رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸ رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

THE ALHAKAM WEEKLY QADIAN,

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد (الہام مسیح موعودؑ)

الحکم

ہفتہ وار

دورِ جدید

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چندہ سالانہ
والیان ریاست سے ما
روساء و امراء سے صہ
معاونین سے سلعہ
عوام سے حبہ
ممالک غیر سے ۱۲

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخ کو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔

قیمت فی پرچہ ۲

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی
تراب احمدی عرفانی

چہ گویم با تو گر آئی جہاں در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی
مجاہد مصری

جلد ۳۷ | ۱۴ جولائی ۱۹۳۴ء مطابق یکم ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ یوم شنبہ | نمبر ۲۵

الحکم کے اجراء پر

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کا اظہارِ مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مجھے یہ معلوم کر کے بیحد خوشی ہوئی ہے کہ آپ پھر الحکم کو جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے۔ (آمین ثم آمین)

الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے۔ وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے۔ اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اللھم آمین

خاکسار میرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

ایک اعتراض کا جواب

باوجودیکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت وضاحت کے ساتھ ہر قسم کے اعتراض کا جواب دے دیا ہے۔ پھر بھی لوگ ایسے سوال کر دیتے ہیں۔ جن کا بارہا جواب دیدیا گیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ یہ نتیجہ ہے حضرت مسیح موعودؑ کی کتب اور تحریروں یا ملفوظات کو نہ پڑھنے کا۔ حضرت اقدس نے خود بھی اس خطرے کو محسوس کیا تھا۔ یہ سوال الحکم کے دفتر میں آیا ہے کہ بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور مولوی ثناء اللہ اسپر ہمیشہ زور دیتا ہے۔ الحکم اس دورِ جدید میں اس قسم کے جھگڑوں سے الگ رہنا چاہتا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ و حالات اور سلسلہ کی تاریخ تدوین میں لگا رہنا چاہتا ہے۔ اس سوال کا جواب حضرت کے اپنے الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔ اس لئے کہ یہ بھی ذکر حبیب ہی ہے۔ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۰۷ء کو آپ نے اس سوال کا جواب دیا جو ۲۴ر اکتوبر ۱۹۰۷ء کے الحکم میں میں نے شائع کر دیا۔ احباب اسے یاد رکھیں اور ہر ایسے موقعہ پر اسے پیش کر دیں۔ (عرفانی)

۲۰ر اکتوبر بوقت سیر

ہماری جماعت کے ایک شخص نے کسی غیر احمدی کا سوال پیش کیا کہ آپنے اپنی تصانیف میں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ درست نہیں۔ کیونکہ مسیلمہ کذاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد فوت ہوا تھا۔

حضرت اقدس نے فرمایا۔ یہ کہاں لکھا ہے۔ کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ ہم نے تو اپنی تصانیف میں ایسا نہیں لکھا۔ لاؤ پیش کرو وہ کونسی کتاب ہے جس میں ہم نے ایسا لکھا ہے۔ ہم نے تو یہ لکھا ہوا ہے۔ کہ مباہلہ کرنیوالوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ مسیلمہ کذاب نے تو مباہلہ کیا ہی نہیں تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اتنا فرمایا تھا کہ اگر تو میرے بعد زندہ بھی رہا۔ تو ہلاک کیا جائے گا۔ سو ویسا ہی ظہور میں آیا۔ مسیلمہ کذاب تھوڑے ہی عرصہ کے بعد قتل کیا گیا۔ اور پیشگوئی پوری ہوئی۔ یہ بات کہ سچا جھوٹے کی زندگی میں مر جاتا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اعداء ان کی زندگی میں ہلاک ہو گئے تھے۔ بلکہ ہزاروں آپکی وفات کے بعد زندہ رہے تھے۔ ہاں جھوٹا مباہلہ کرنے والا سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہوا کرتا ہے۔ ایسے ہی ہمارے مخالف بھی ہمارے مرنے کے بعد زندہ رہیں گے۔ اور مخالفوں کا وجود قیامت تک ہونا ضروری ہے۔ جیسے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ سے ظاہر ہے۔ ہم تو ایسی باتیں سنکر حیران ہوتے ہیں۔ دیکھو ہماری باتوں کو کیسے الٹ پلٹ کر پیش کیا جاتا ہے۔ اور تحریف کرنے میں کمال حاصل کیا ہے یہودیوں کے بھی کان کاٹ دیئے ہیں۔ کیا یہ کسی نبی ولی۔ قطب۔ غوث کے زمانہ میں ہوا کہ اس کے سب اعداء مر گئے ہوں؟ بلکہ کافر منافق باقی ہی رہ گئے تھے۔ ہاں اتنی بات صحیح ہے کہ سچے کے ساتھ جو جھوٹے مباہلہ کرتے ہیں۔ تو وہ سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہوتے ہیں۔ جیسے کہ ہمارے ساتھ مباہلہ کرنے والوں کا حال ہو رہا ہے۔ مجھے تو اپنی جماعت پر افسوس ہوتا ہے کہ کیا ان میں اتنی عقل بھی نہیں کہ ایسے اعتراض کرنیوالے سے پوچھیں کہ یہ ہم نے کہاں لکھا ہے کہ بغیر مباہلہ کرنے کے ہی جھوٹے سچے کی زندگی میں تباہ اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔ وہ جگہ تو نکالو جہاں یہ لکھا ہے۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ عقل میں فہم میں ہر طرح سے ترقی کریں۔ اور ایسی باتوں کو خود سوچکر جواب دیا کریں۔ اور اپنی ایمانی روشنی سے ان باتوں کو حل کیا کریں۔ مگر دنیاداری کے دھندوں میں مت ماری جاتی ہے۔ اتنا نہیں کر سکتے کہ معترض سے ہماری کتاب سے وہ جگہ ہی پوچھیں جہاں یہ لکھا ہے کہ سچے کی زندگی میں سب جھوٹے مر جاتے ہیں بلکہ جھوٹے تو قیامت تک رہیں گے۔

صرف جھوٹا نہیں بلکہ جھوٹا مباہلہ کرنیوالا سچے کی زندگی میں ہلاک ہوتا ہے

فرمایا۔ اس تحریک سے مجھے یہ بھی یاد آگیا ہے۔ کہ وہ لوگ جو اشاعت اور تبلیغ کے واسطے باہر جاویں وہ ایسے نہ ہوں کہ الٹ پلٹ کر ہماری باتوں کو کچھ اور کا اور ہی بناتے رہیں۔ اور بات تو کچھ اور ہو اور سمجھانے کچھ اور لگ جاویں دوسروں کو تو ہمارے دعوے سے آگاہ کریں۔ اور خود ہماری کتابوں کو کبھی پڑھا بھی نہ ہو۔ اس طرح سے ہی تحریف ہوا کرتی ہے۔ ایسے وقتوں میں صرف زبانی فیصلہ نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ تحریر پیش کرنی چاہیئے ہم پر الزام لگائے جاتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور امام حسینؓ کی توہین کی جاتی ہے۔ حالانکہ ہم ان کو راستباز اور متقی سمجھتے ہیں۔

اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی بہت ہتک اور بے عزتی کی جاتی ہے۔ اور ان کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ حالانکہ ہم ان کو اولوالعزم نبی اور خدا کا راستباز بندہ سمجھتے ہیں۔ ہاں اگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا مر جانا ثابت کرنا ان کے نزدیک گالی دینا ہے۔ تو اس طرح سے تو ہم نے گالی نکالی ہے۔ اور یقین رکھتے ہیں کہ دوسرے نبیوں کی طرح وفات پا گئے ہیں۔

خط و کتابت کیوقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور ہی دیا کیجئے۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف

(مینجر)

الحکم کے خریداروں کی خدمت میں

اندرون ہند کے خریدار

الحکم خداتعالےٰ کے فضل و کرم سے اپنی زندگی کی پہلی ششماہی بخیر و خوبی ختم کر کے دوسری ششماہی میں قدم رکھ رہا ہے۔ اور اس کی کامیابی کے ساتھ وقت پر شائع ہونا صرف اس امر پر موقوف ہے کہ احباب نہ صرف اپنے ذمگی مطالبہ کو ہر وقت ادا کریں بلکہ جو صاحب مقدرت رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس بازو کی خدمات کا احساس بھی ان کے قلب میں ہے۔ وہ اس کی اعانت امدادی عطایا سے کریں۔ اور اس کے دائرہ اشاعت کو وسیع کریں۔

جن احباب نے اپنی ذمگی قیمت ادا کر دی ہے۔ جنہوں نے دست اعانت بڑھایا ہے ان سب کا شکر گذار ہوں۔ لیکن ابھی بہت سے دوست ایسے ہیں۔ جن کے ذمہ بقایا قیمت ہے۔ اب وہ پیشگی قیمت ادا کرنے کے مدعی نہیں ہیں۔ ۶ ماہ تک اخبار لے چکے ہیں۔ اس لئے اس تحریر کے بعد ہر خریدار جس نے قیمت ادا نہیں کی یا تو فوراً بذریعہ منی آرڈر قیمت بھیجدے۔ اس صورت میں وہ دفتر الحکم کو مزید محنت سے اور اپنے آپ کو مزید خرچ سے بچالیں گے۔ اور جو ایسا نہ کریں وہ ہر وقت الحکم کے جاری شدہ وی۔پی وصول کرنے کے لئے آمادہ رہیں۔ یا اطلاع دیں کہ وہ کب قیمت ادا کریں گے۔ یا وی۔پی لیں گے۔ اور جو ان باتوں میں سے کسی پر عمل نہ کریں اور وی۔پی واپس کر دیں۔ وہ یاد رکھیں کہ وی پی کا خرچانہ ان کے حساب میں جمع کر دیا جاوے گا اور آخر ان کو ہی دینا ہوگا۔

بعض احباب دوسرے دوستوں کے نام اخبار جاری کرا دیتے ہیں۔ اور وی۔پی کی ہدایت بھی بھیجدیتے ہیں۔ لیکن بعض صورتوں میں وی۔پی واپس آجاتے ہیں۔ وہ ہرجانہ میں انہیں اور رد کے ساتھ ان دوستوں کے نام درج کرنے پر مجبور ہوتا ہوں۔ اسلئے ایسے خریداروں کے متعلق احتیاط کی ضرورت ہے۔

ممالک غیر کے خریدار

ممالک غیر کے خریداروں کی خدمت میں التماس ہے کہ ان کے پاس وی۔پی تو جاری نہیں ہو سکتا۔ اس لئے خود انھیں ہی اپنی پہلی فرصت میں قیمت بھیجدینی چاہیئے قیمت کے متعلق دفتر سے ایک غلطی ہوئی ہے کہ اس نے ۸ شلنگ تحریر کی تھی جو زائد محصول ہونے کی وجہ سے کافی نہیں۔ اسلئے جو احباب ۸ شلنگ کے حساب سے بھیج چکے ہیں وہ عہ اور بھیجدیں۔ ہندوستانی سکہ میں انھیں [illegible] بھیجنے چاہئیں۔

میں تمام دوستوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ جلد اپنی قیمتیں ارسال فرمائیں۔ اور الحکم کی **توسیع اشاعت** میں بھی مدد دیں۔

(عرفانی)

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

شمائل و اخلاق کی ایک شان

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں سیرۃ مسیح موعود کے مسودہ میں سے ایک ورق میں نے شائع کیا تھا۔ اس کتاب کے تین حصے پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ اور چوتھا حصہ لکھا جا رہا ہے۔ آج کی اشاعت میں اس کا ایک ورق دے رہا ہوں۔ احباب کو چاہیئے کہ وہ سیرۃ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پورا سٹ ملاحظہ کریں۔ پہلا حصہ ختم ہو چکا ہے۔ دوسرا اور تیسرا حصہ ۱۲ر قیمت پر مل سکتا ہے (عرفانی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبادت اور تبتل الی اللہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ کا وہ حصہ یا شعبہ جو آپ کے تعلق باللہ اور تبتل الی اللہ کو ظاہر کرتا ہے نہایت شاندار اور خدا نما ہے۔ آپ کی عملی زندگی کے دیکھنے والوں کے بیانات اور مشاہدات سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کلیتہً

دنیا سے منقطع اور رو بخدا تھے۔

اور سچ تو یہ ہے کہ آپ کی فطرت ہی میں خدا کی طرف سے ایک خاص کشش رکھی گئی تھی۔ چنانچہ آپ نے حاجی محمد اسمٰعیل خان صاحب رئیس دتاولی کے نام ایک خط اپنی سوانح حیات پر ان کی درخواست مطبوعہ کے جواب میں لکھا تھا۔ اس خط کو آپنے کتاب البریۃ کے حاشیہ میں شائع کر دیا تھا۔ اس میں آپ فرماتے ہیں کہ

"میری زندگی قریب قریب چالیس برس کے زیر سایہ والد بزرگوار کے گذری۔ ایک طرف ان کا دنیا سے اٹھایا جانا تھا اور دوسری طرف بڑے زور شور سے سلسلہ مکالمات الٰہیہ کا مجھ سے شروع ہوا۔ میں کچھ بیان نہیں کر سکتا کہ میرا کونسا عمل تھا جس کی وجہ سے یہ عنایات الٰہی شامل حال ہوئی صرف اپنے اندر یہ احساس کرتا ہوں کہ فطرتاً میرے دل کو خداتعالیٰ کی طرف وفاداری کے ساتھ ایک کشش ہے۔ جو کسی چیز کے روکنے سے نہیں رک سکتی۔ سو یہ اسی کی عنایت ہے۔" (کتاب البریۃ صـ۱۶۳)

اور یہ نرا دعویٰ ہی نہیں بلکہ واقعات اور آپکے سوانح حیات اس کی پوری تفسیر کرتے ہیں عہد شباب میں آپ جوانی کی امنگوں اور ترنگوں سے باخبر تھے۔ گویا آپ پر عہد شباب آیا ہی نہیں۔ اسوقت آپ کا سب سے زیادہ خوشگوار شغل خداتعالیٰ کی عبادت تھی۔ اس زمانہ کا کلام ظاہر کرتا ہے کہ آپ خداتعالیٰ کی محبت اور وفا کے نشے میں سرشار رہتے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

من نہ پیچم سر از تو اے جاناں
دامن تو ز دست من برہاں
من ز بادر بروئے تو زادم
ہست عشقت غرض ز ایجادم
سوئے دیگر کسے مبیں بحضور
کہ دلدارم بس ہست غفور
دل بہ دنیائے دوں چرا بندیم
ما بیار عزیز خورسندیم
دل ز عشق کسے بپند مرا
اے مبارک کسے کہ دید مرا
روئے دلدار بر دل من تافت
دل من مقصد دو عالم یافت
بر سر ہر صدی بر دل آید
آنکہ دلدار را ہمے شاید
نفس را ہر کہ از میاں انداخت
شب و روز گشت و اماں تاخت
تا مرا بر رخ تو سودائی است
از خلائق نہ غم نہ پروائے است
خلق در کار و بار خود ہوشیار
ماہ چوستاں فتادہ بر در یار

تنہائی اور خلوت کی عبادت

خلوت کی زندگی ہی پسند تھی

حضرت مسیح موعود طبعی طور پر خلوت کی زندگی کو پسند فرماتے تھے اسلئے گوشہ تنہائی میں عبادت اور توجہ الی اللہ کے لئے آپکو موقعہ ملتا تھا۔ آپ اسی لذت و ذوق سے سرشار رہنا چاہتے تھے۔ مگر خداتعالیٰ کی مشیت اور قدرت نے آپ کو اس گوشہ سے باہر نکالا۔ یہ گوشہ خلوت آپنے جاہل نقیروں اور دنیا کے حریص اور پیرزادوں پیروں کے رنگ میں ایسا نہیں کیا ہوا تھا۔ بلکہ ابتدائے جوانی سے آپ کی طبیعت ایسی رنگ میں رنگین تھی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

ابتدا سے گوشہ خلوت رہا مجھ کو پسند
شہرتوں سے مجھ کو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار
پر مجھے تو نے ہی اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا
میں نے کب مانگا تھا تیرا ہی ہے یہ سب برگ و بار

دنیا اور اس کے تعلقات سے آپ اسقدر منقطع الی اللہ تھے کہ دنیا کے کسی کام اور شغل کی طرف توجہ ہی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ یہاں تک کہ اسی عہد شباب میں آپنے اپنے والد ماجد کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا۔ جس کو میں سوانح حیات کے صـ۴۲ پر درج کرایا ہوں۔ اس میں آپنے لکھا کہ :-

نظر بر دل از دنیا سرد شدہ است در واز خوف جان زرد و اکثر ایں دو مصرعہ شیخ مصلح الدین سعدی بیاد مے آیند ؎

مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار
مباش ایمن از بازی روزگار

و نیز ایں دو مصرعہ ثانی از دیوان فرخ قادیانی نمک پاش جراحت دل مے شود ؎

بدنیائے دوں دل مبند اے جواں
کہ وقت اجل مے رسد ناگہاں

لہذا مے خواہم کہ بقیہ عمر در گوشہ تنہائی نشینم و دامن از صحبت مردم بچینم و بیاد او سبحانہ مشغول شوم مگر گذشتہ را عذرے و مافات را تدارکے شود ؎

عمر گذشت و نماند است جز ایامے چند
کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

اس مکتوب پر مجھے کسی تبصرہ اور ریمارک کی ضرورت نہیں۔ وہ اپنا مطلب اور مفہوم خود بیان کر رہا ہے یہ مکتوب ایسے وقت میں لکھا گیا جب کہ آپ پورے شباب پر تھے۔ دنیا کی دلفریبیاں اور امنگیں سامنے ہوتی ہیں۔ مگر نہیں آپ کو عبادت الٰہی میں مزا ملتا تھا۔ اور اسی کے لئے آپ دنیا سے الگ ہو جانا چاہتے تھے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر آپ کو امر الٰہی باہر نہ لاتا تو آپ خلوت ہی کے دلدادہ تھے

چنانچہ ایک مرتبہ فرمایا کہ:-

"اگر خدا تعالیٰ مجھے اختیار دے کہ جلوت اور خلوت میں سے کسی کو پسند کرتا ہے۔ تو اس پاک ذات کی قسم ہے میں خلوت کو اختیار کروں۔ مجھے تو کشاں کشاں انہوں نے میدان عالم میں نکالا ہے۔ جو لذت مجھے خلوت میں آتی ہے۔ اس سے بجز خدا کے کون واقف ہے۔ قریباً ۲۵ سال تک خلوت میں بیٹھا ہوں۔ اور کبھی ایک لحظہ کے لئے بھی نہیں چاہا کہ دربار شہرت کی کرسی پر بیٹھوں۔ مجھے طبعاً اس سے کراہت رہی کہ لوگوں میں مل کر بیٹھوں مگر امر آمر سے مجبور رہوں۔ فرمایا

میں جو باہر بیٹھتا ہوں یا سیر کرنے کو جاتا ہوں اور لوگوں سے بات چیت کرتا ہوں یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے امر کی تعمیل کی بنا پر ہے"

یہ خلوت گزینی کی عادت ایسی تھی کہ آپ باوجود مامور ہو جانے کے بھی اپنے وقت کا کچھ حصہ تنہائی میں عبادت الٰہی کے لئے بسر کرتے۔ اور جب آپ نے بعض حالات کے ماتحت سیالکوٹ میں بصیغہ ملازمت قیام کیا تو اسوقت بھی آپ کا معمول یہی تھا کہ خلوت نشین رہتے۔ چنانچہ اس زمانہ کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے سیالکوٹ میں جب سنہ ۱۹۰۴ء میں لیکچر دیا تو فرمایا

"میں وہی شخص ہوں جو براہین احمدیہ کے زمانہ سے تخمیناً سات آٹھ سال پہلے اسی شہر میں قریباً سات سال رہ چکا تھا۔ اور کسی کو مجھ سے تعلق نہ تھا) اور نہ کوئی میرے حال سے واقف تھا...... میں اسوقت ایک گمنام آدمی تھا اور احد من الناس تھا اور میری کوئی عظمت اور عزت لوگوں کی نگاہ میں نہ تھی مگر وہ زمانہ میرے لئے نہایت شیریں تھا کہ انجمن میں خلوت تھی اور کثرت میں وحدت تھی اور شہر میں ایسا رہتا تھا جیسا کہ ایک شخص جنگل میں"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان حالات کی تائید مخدومی مولانا سید میر حسن صاحب کی تحریر سے ہوتی ہے جو آپ نے میرے استفسار پر حضرت کے قیام سیالکوٹ کے حالات پر مشتمل لکھی اس میں انہوں نے فرمایا:-

"حضرت مرزا صاحب سنہ ۱۸۶۴ء میں بہ تقریب ملازمت شہر سیالکوٹ میں تشریف لائے اور قیام فرمایا چونکہ آپ عزلت پسند اور پارسا اور فضول اور لغو سے مجتنب اور محترز تھے اسواسطے عام لوگوں کی ملاقات جو اکثر تضیع اوقات کا موجب ہوتی ہے آپ پسند نہیں فرماتے تھے"

(صفحہ ۵۹ حیات النبی جلد اول)

یہ زمانہ آپ کی اہلکاری کا تھا اور اہلکار بھی عدالتوں کے اہلکار۔ عام طور پر لوگوں سے تعلقات بڑھانے اور ان کی نشست گاہیں مرجع عوام ہو جاتی ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود نے کبھی اس کو پسند نہ کیا۔ مولانا میر حسن صاحب نے آپ کی زندگی کے متقیانہ ہونے کا ثبوت دیا اور آپ کی گوشہ گزینی کو اعراض عن اللغو کا ذریعہ بتایا ہے۔

ایسا ہی قادیان کے ایک معزز رئیس سید محمد علی شاہ صاحب مرحوم نے مجھ سے خود بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہم جموں گئے تھے۔ حضرت مسیح موعود بھی اس سفر میں ساتھ تھے۔ جموں پہنچ کر حضرت کا کام بجز قرآن شریف کی تلاوت اور نماز کی پابندی کے اور کچھ نہ تھا۔ آپ ہمیشہ ان امور میں منہمک رہتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عین عنفوان شباب میں ڈلہوزی کے سفر کو گئے۔ جو آپ کو حضرت والد صاحب مکرم کے ارشاد کی تعمیل میں مقدمات زمینداری کی پیروی کے لئے کرنے پڑے۔ آپ حسن مردانہ کا ایک بہترین اور مکمل نمونہ تھے۔ خاندانی وجاہت اور عہد شباب کے علاوہ کامل آزادی۔ اور وہ پہاڑی علاقہ جو اپنی بد چلنی کے لئے مشہور ہے۔ مگر ان خوشنما نظاروں۔ بہتے ہوئے آبشاروں میں آپ جس چیز کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے وہ صرف عبادت الٰہی تھی۔ چنانچہ آپ ان ایام سفر کے عجائبات سناتے ہوئے جس چیز کا ذکر خصوصیت سے فرماتے وہ یہ تھا کہ:-

"جب کبھی ڈلہوزی جانے کا مجھے اتفاق ہوتا تو پہاڑوں کے سبزہ زار حصوں اور بہتے ہوئے پانیوں کو دیکھ کر طبیعت میں بے اختیار اللہ تعالیٰ کی حمد کا جوش پیدا ہوتا اور عبادت میں ایک مزا آتا۔ میں دیکھتا تھا کہ تنہائی کے لئے وہاں اچھا موقع ہے"

مجھے حضرت کے اس کلام پر کسی تنقید کی ضرورت نہیں۔ انسانی جذبات اور کیفیات کا اندازہ اس کے بے تکلف کلام سے بآسانی ہو جاتا ہے۔ ان قدرتی مناظر میں جو چیز آپ کے لئے باعث مسرت اور موجب جذب ہے وہ خدا کی حمد اور عبادت اور اس کے لئے خلوت کا میسر آنا ہے۔ یہ آپ کی اس فطرت سلیمہ کا صحیح نقشہ ہے جو آپ نے بیان کی کہ خدا تعالیٰ سے ایک فطرتی کشش ہے۔

میں نے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے ان کلمات طیبات کو سنا تو مجھ پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ میں دیکھتا تھا کہ یہ بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت کا صحیح نقشہ ہے۔

ایک عیسائی مصنف ڈاکٹر اے سپرنگر نے اپنی کتاب لائف آف محمد میں اسی کیفیت کا اظہار کیا ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت و وفا کا تذکرہ اسطرح پر کرتا ہے:-

"جس (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے خیال میں ہمیشہ خدا کا تصور رہتا تھا۔ اور جس کو نکلتے ہوئے آفتاب اور برسنے ہوئے پانی اور اگتی ہوئی روئیدگی میں خدا ہی کا ید قدرت نظر آتا تھا۔ اور غرش رعد و آواز آب اور طیور کے نغمے حمد الٰہی میں خدا ہی کی آواز سنائی دیتی تھی۔ اور سنسان جنگلوں میں اور پرانے شہروں کے کھنڈرات میں خدا ہی کے قہر کے آثار دکھائی دیتے تھے"

ڈاکٹر اسپرنگر کے ان الفاظ کو پڑھو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ کے نقشہ کو دیکھو اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا الفاظ پر غور کرو تو صاف معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے آئینہ وجود میں نظر آتے ہیں۔ اور اس میں ذرا بھی کلام اور شبہ نہیں رہ جاتا کہ

آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز ہیں

پھر

کسی شخص کے تعلقات باللہ کے دیکھنے اور جانچنے کا ایک وہ بھی وقت ہوتا ہے کہ جب وہ دنیا کی کسی بڑی سے بڑی مصروفیت اور جاذب طبیعت امر میں لگا ہوا ہو۔ اس قسم کی مصروفیتوں اور کششوں کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ میں ان تمام صورتوں کی تفصیل تو نہیں کر سکتا۔ البتہ چند امور کا بطور مثال کے ذکر دوں گا اور ان میں سب سے پہلے میں جس چیز کو لیتا ہوں وہ حکومت کے متعلق کاروبار کا سلسلہ ہے۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ جب حکومت کے کسی محکمہ کی طرف سے کوئی طلبی آتی ہے تو ہر شخص اس کی تعمیل کے لئے اسوقت تک بے قرار رہتا ہے جب تک وہ اس سے عہدہ برآ نہ ہو جائے خصوصاً مقدمات میں لوگ برستی ہوئی بارشوں اور کڑکتی ہوئی بجلیوں اور ہوا کے طوفانوں میں اپنے مقدمات کی پیروی اور جوابدہی کے لئے وقت مقررہ سے پہلے پہنچ جانا ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ اہمیت اور مصروفیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جبکہ مقدمات کی حیثیت اور صورت بڑی اہم ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی زندگی کے عہد شباب میں حضرت والد صاحب مکرم کے حکم سے اپنی زمینداری مقدمات میں لگائے گئے۔ یہ امر دیگر ہے کہ آپ فطرتاً کراہیت کرتے تھے۔ مگر حضرت والد صاحب کے ارشاد عالی کی تعمیل کو سعادت سمجھ کر اپنے نفس کے خلاف مجاہدہ کرتے تھے۔

باقی آئندہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات

(الحکم جلد ۸ نمبر ۳۱)

وعبد ربک حتی یاتیک الیقین میں ایک نکتہ

مفسر کہتے ہیں کہ یقین سے مراد موت ہے مگر موت روحانی مراد ہے۔ اور یہ ظاہری بات ہے کہ اس کا مقصود بالذات کیا ہو؟ جس کی تلاش کرنے کے لئے یہاں ایماء اور اشارہ ہے مگر میں کہتا ہوں کہ وہ روحانی موت ہو یا تمہاری زندگی خدا ہی کی راہ میں وقف ہو۔ مومن کو لازم ہے کہ اسوقت تک عبادت سے نہ تھکے اور سست نہ ہو جب تک یہ جھوٹی زندگی بھسم نہ ہو جاوے۔ اور اس کی جگہ نئی زندگی جو ابدی اور راحت بخش زندگی ہے اس کا سلسلہ شروع نہ ہو جاوے۔ اور جب تک اس عارضی حیات دنیا کی سوزش اور جلن دور ہو کر ایمان میں ایک لذت اور روح میں ایک سکینت اور استراحت پیدا نہ ہو یقیناً سمجھو کہ جب تک انسان اس حالت تک نہ پہونچے ایمان کامل اور پختہ نہیں ہوتا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے کہ تو عبادت کرتا رہ۔ جب تک تجھے یقین کامل نہ ہو۔ اور تمام حجاب اور ظلمانی پردے دور ہو کر یہ سمجھ میں آ جاوے کہ اب میں وہ نہیں ہوں جو پہلے تھا۔ بلکہ اب تو نیا ملک، نئی زمین اور نیا آسمان ہے۔ اور میں بھی کوئی نئی مخلوق ہوں۔ یہ حیات ثانی وہی ہے۔ جس کو صوفی بقا کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ جب انسان اس درجہ پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی روح کا نفخ اس میں ہوتا ہے۔ ملائکہ کا بھی اس پر نزول ہوتا ہے۔ یہی وہ راز تھا جس پر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا کہ اگر کوئی چاہے کہ مردہ میت کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو وہ ابوبکر کو دیکھے۔ اور ابوبکر کا درجہ اس کے ظاہری اعمال سے ہی نہیں بلکہ اس بات سے ہے۔ جو اس کے دل میں ہے

ایمان ایک راز ہے

یاد رکھو ایمان ایک راز ہوتا ہے۔ جو مومن اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوتا ہے اور جس کو مخلوق میں سے اس مومن کے سوا دوسرا نہیں جان سکتا۔ عند ظن عبدی بی کی حقیقت یہی ہے۔ بعض اوقات وہ لوگ جو علوم حقہ اور معارف الٰہیہ سے بہرہ ور نہیں ہوتے کسی مومن کے ان تعلقات کے عدم علم کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کو ہوتے ہیں اسکی بعض حالتوں مثلاً معاملات رزق و معاش پر حیرت اور تعجب ظاہر کرتے ہیں۔ اور یہی تعجب انکو بدظنی اور گمراہی تک لے جاتا ہے۔ اسلئے کہ ان کی نظر اپنے ہی محدود اسباب تک ہوتی ہے۔ اور وہ اس راز اندرونے سے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ رکھتا ہے ناواقف ہوتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ ہمارے دوست اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے راز کو ایسا بنائیں۔ جو صحابہ کرام کا تھا۔

وقف زندگی

غرض یہ ہے کہ انسان کو ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف کرے۔ میں نے بعض اخبارات میں پڑھا ہے کہ فلاں آریہ نے اپنی زندگی آریہ سماج کے لئے وقف کر دی ہے۔ اور فلاں پادری نے اپنی عمر مشن کو دے دی ہے۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ کیوں مسلمان اسلام کی خدمت کے لئے اور خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ پر نظر کر کے دیکھیں۔ تو ان کو معلوم ہو کہ کس طرح اسلام کی زندگی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی جاتی تھیں۔

یاد رکھو یہ خسارہ کا سودا نہیں ہے بلکہ بے قیاس منافع کا سودا ہے۔ کاش مسلمانوں کو معلوم ہوتا اور اس تجارت کے مفاد اور منافع سے ان کو اطلاع ملتی۔ جو خدا کے لئے اس کے دین کی خاطر اپنی زندگی وقف کرتا ہے۔ کیا وہ اپنی زندگی کھوتا ہے؟ ہر گز نہیں۔ فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ اس للّٰہی وقف کا اجر ان کا رب دینے والا ہے۔ یہ وقف ہر قسم کے ہموم و غموم سے نجات رہائی بخشنے والا ہے۔

مجھے تو تعجب ہوتا ہے کہ جبکہ ہر ایک انسان بالطبع راحت و آسائش چاہتا ہے اور ہموم و غموم اور کرب افکار سے خواستگار نجات ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جب اسکو ایک مجرب نسخہ اس مرض کا پیش کیا جاوے تو اس پر توجہ ہی نہ کرے کہ اس نسخہ کی تاثیر سے فائدہ اٹھانے میں دریغ کیا جاوے۔

بات یہی ہے کہ لوگ اس حقیقت سے ناآشنا اور اس لذت سے جو اس وقف کے بعد ملتی ہے ناواقف محض ہیں۔ ورنہ اگر ایک شمہ بھی اس لذت و سرور سے ان کو مل جاوے۔ تو بے انتہا تمناؤں کے ساتھ وہ اس میدان میں آئیں۔

اپنا ذاتی تجربہ اور وصیت

میں خود جو اس راہ کا پورا تجربہ کار ہوں محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض سے میں نے اس راحت اور لذت سے حظ اٹھایا ہے یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کے لئے اگر مر کے بھی زندہ ہوں اور پھر مروں اور زندہ ہوں تو ہر بار میرا شوق ایک لذت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے

پس میں چونکہ خود تجربہ کار ہوں اور تجربہ کر چکا ہوں اور اس وقف کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ جوش عطا فرمایا ہے۔ کہ اگر مجھے یہ بھی کہدیا جاوے۔ کہ اس وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ تکلیف اور دکھ ہوگا۔ تب بھی میں اسلام کی خدمت سے رک نہیں سکتا۔ اس لئے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں۔ اور یہ بات پہنچا دوں۔ آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اسے سنے یا نہ سنے۔ اگر کوئی حیات چاہتا ہے اور حیات طیبہ اور ابدی زندگی کا طلبگار ہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے اور وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی میری موت میری قربانیاں۔ میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور حضرت ابراہیم کی طرح اس کی روح بول اٹھے اسلمت لرب العلمین جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا، خدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ نئی زندگی نہیں پا سکتا۔

پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔ تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے زندگی کا وقف میں اپنی زندگی کی اصل اور غرض سمجھتا ہوں۔ پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اس فعل کو خدا کے لئے پسند کرتے ہیں۔ اور خدا کے لئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں

(الحکم جلد ۸ نمبر ۳۱)

ولقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس

انسان اگر اللہ تعالیٰ کے لئے زندگی وقف نہیں کرتا تو وہ یاد رکھے کہ ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کیا ہے۔ اس آیت سے یہ صاف طور سے معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ بعض خام خیال کوتاہ فہم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ ہر ایک آدمی کو جہنم میں ضرور جانا ہوگا۔ یہ غلط ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ تھوڑے ہیں جو جہنم کی سزا سے بالکل محفوظ ہیں۔ اور یہ تعجب کی بات نہیں خدا تعالیٰ فرماتا قلیل من عبادی الشکور

جہنم کیا ہے

اب سمجھنا چاہیئے کہ جہنم کیا چیز ہے؟ ایک جہنم تو وہ ہے جس کا مرنے کے بعد وعدہ دیا ہے۔ اور دوسرے یہ زندگی بھی۔ اگر خدا تعالیٰ کے لئے نہ ہو تو جہنم ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے انسان کا تکلیف سے بچانے اور آرام دینے کے لئے متولی نہیں ہوتا۔ یہ خیال مت کرو کہ کوئی ظاہری دولت یا حکومت یا مال و عزت اولاد کی کثرت کسی شخص کے لئے کوئی راحت یا اطمینان اور سکینت کا موجب ہو جاتی ہے۔ اور وہ دم نقد بہشت میں ہوتا ہے۔؟ ہر گز نہیں۔ وہ اطمینان اور وہ تسلی اور وہ تسکین جو

بہشت کے انعامات میں سے ہے۔ ان باتوں سے نہیں ملتی۔ وہ خدا ہی میں زندہ رہنے اور مرنے سے مل سکتی ہے۔ جس کے لئے انبیاء علیہم السلام خصوصاً ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام کی یہی وصیت تھی کہ

لاتموتن الا وانتم مسلمون

لذات دنیا تو ایک ناپاک قسم کی حرص پیدا کر کے طلب اور پیاس کو بڑھا دیتی ہیں استسقاء کے مریض کی طرح پیاس نہیں بجھتی۔ یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ پس یہ بیجا آرزوں اور حسرتوں کی آگ بھی منجملہ اُسی جہنم کی آگ کے ہے۔ جو انسان کے دل کو راحت اور قرار نہیں لینے دیتی بلکہ ایک تذبذب اور اضطراب میں غلطاں اور پیچاں رکھتی ہے۔ اس لئے میرے دوستوں کی نظر سے یہ امر پوشیدہ نہ رہے کہ انسان مال و دولت یا زن و فرزند کی محبت کے جوش اور نشہ میں ایسا دیوانہ اور از خود رفتہ نہ ہو جائے کہ اس میں اور خدا تعالیٰ میں کوئی حجاب پیدا ہو جائے۔ مال اور اولاد اسی لئے تو فتنہ کہلاتی ہے۔ اس سے بھی انسان کے لئے ایک دوزخ تیار ہوتی ہے۔ اور جب وہ ان سے الگ کیا جاتا ہے تو سخت بے چینی اور گھبراہٹ ظاہر کرتا ہے۔ اور اس طرح پر یہ بات کہ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ کہ منقولی رنگ میں نہیں رہتا۔ بلکہ معقولی شکل اختیار کر لیتا ہے پس یہ آگ جو انسانی دل کو جلا کر کباب کر دیتی ہے اور ایک جلے ہوئے کوئلہ سے بھی سیاہ اور تاریک بنا دیتی ہے۔ یہ وہی غیر اللہ کی محبت ہے

دو چیزوں کے باہم تعلق اور رگڑ سے ایک حرارت پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح پر انسان کی محبت اور اور دنیا اور دنیا کی چیزوں کی محبت کے رگڑ سے الٰہی محبت جل جاتی ہے۔ اور دل تاریک ہو کر خدا سے دور ہو جاتا اور ہر قسم کی بیقراری کا شکار ہو جاتا ہے لیکن جبکہ دنیا کی چیزوں سے جو تعلق ہو وہ خدا میں ہو کر ایک تعلق ہو اور ان کی محبت خدا کی محبت میں ہو کر ہو سو اس وقت باہمی رگڑ سے غیر اللہ کی محبت سے جل جاتی ہے۔ اور اس کی ایک روشنی اور نور بھر دیا جاتا ہے۔ پھر خدا کی رضا اسکی رضا اور اس کی رضا خدا کا منشا ہو جاتی ہے اس حالت پر پہنچ کر خدا کی محبت اس کے لئے بمنزلہ جان ہوتی ہے۔ اور جس طرح زندگی کے واسطے لوازم زندگی ہیں۔ اس کی زندگی کے واسطے صرف خدا اور خدا ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس کی خوشی اور راحت خدا ہی میں ہوتی ہے۔ پھر دنیا داروں کے نزدیک اگر کوئی رنج اور کرب ہو سکے تو ہو سکے۔ لیکن اصل یہی بات ہے کہ اس ہم و غم میں بھی وہ اطمینان اور سکینت سے الٰہی لذت لیتا ہے۔ جو کسی دنیا دار کو بڑے سے بڑے فارغ البال کو بھی نصیب نہیں۔

برخلاف اس کے جو کچھ حالت انسان کی ہے وہ جہنم ہے گویا خدا تعالیٰ کے سوا زندگی بسر کرنا یہ بھی جہنم ہے۔

پھر حدیث شریف سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ تپ بھی حرارت جہنم ہی ہے۔ امراض اور مصائب جو مختلف قسم کے انسان کو لاحق حال ہوتے ہیں وہ بھی جہنم ہی کا نمونہ ہیں اور یہ اسلئے کہ تا دوسرے عالم پر گواہ ہوں۔ اور جزا و سزا کے مسئلہ کی حقیقت پر دلیل ہوں۔ اور کفارہ کے لغو مسئلہ کی تردید کریں۔ مثلاً جذام ہی کو دیکھو کہ اعضا گر گئے ہیں۔ اور رقیق مادہ اعضاء سے جاری ہے۔ آواز بیٹھ گئی ہے۔ ایک تو یہ بجائے خود جہنم ہے۔ پھر لوگ نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ جاتے ہیں۔ عزیز سے عزیز بیوی۔ فرزند ماں باپ تک کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ بعض خطرناک امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں پتھریاں ہو جاتی ہیں۔ اور اندر پیٹ میں رسولیاں ہو جاتی ہیں۔ یہ ساری بلائیں اسلئے انسان پر آتی ہیں کہ وہ خدا سے دور ہو کر زندگی بسر کرتا ہے اور اسکے حضور شوخی اور گستاخی کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کی عزت اور پروا نہیں کرتا ہے۔ اُس وقت ایک جہنم پیدا ہو جاتا ہے

رجوع الی المقصد الاصلی

اب پھر میں اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے جہنم کے لئے اکثر انسانوں اور جنوں کو پیدا کیا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ وہ جہنم انھوں نے خود ہی بنا لیا ہے۔ اُن کو جنت کی طرف بلایا جاتا ہے۔ پاک دل پاکیزگی کی باتیں سنتا ہے۔ اور ناپاک خیال انسان اپنی کورانہ عقل پر عمل کر لیتا ہے۔ پس آخرت کا جہنم ہی ہوگا۔ اور دنیا کے جہنم سے بھی مخلصی اور رہائی نہ ہوگی۔ کیونکہ دنیا کا جہنم اس جہنم کے لئے بطور دلیل و ثبوت کے ہے۔ نااہل اور پلید لوگ سچی حق و حکمت کی بات سن ہی نہیں سکتے۔ اور جب کبھی کوئی بات معرفت اور حکمت کی اُن کے سامنے پیش کی جاوے۔ تو وہ اس پر توجہ نہیں کرتے۔ بلکہ لاپروائی سے ٹال دیتے ہیں۔

اس میں شک نہیں وہ لوگ جو حق کہیں وہ بھی تھوڑے ہیں۔ محض اللہ تعالیٰ کے لئے کسی کو حق کہنے والے لوگوں کی تعداد بہت ہی کم ہے گویا ہے ہی نہیں۔ علی العموم واعظ وعظ کہتے ہیں۔ لیکن اُن کی اصل غرض اور مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ لوگوں سے کچھ وصول کریں۔ اور دنیا کماویں۔ یہ غرض جب اُس کی باتوں کے ساتھ ملتی ہے تو حقانیت اور للہیت کو اپنی تاریکی میں چھپا لیتی ہے۔ اور وہ لذت و معرفت کی خوشبو جو کلام الٰہی کے سننے سے دل و دماغ میں پہنچتی ہے۔ اور ان کی روح کو معطر کر دیتی ہے۔ وہ خود غرضی اور دنیا پرستی کے تعفن میں دب کر رہ جاتی ہے اور اسی مجلس وعظ میں اکثر لوگ کہہ اُٹھتے ہیں۔ میاں یہ ساری باتیں ٹکڑا کمانے کی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اکثر لوگوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ کو ذریعہ معاش قرار دے لیا ہے۔ لیکن ہر ایک ایسا نہیں ہے ایسے پاک دل انسان بھی ہوتے ہیں۔ جو صرف اسلئے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں لوگوں تک پہنچاتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے وہ مامور ہیں۔ اور اس کو فرض سمجھتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ اسطرح پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کریں۔ واعظ کا منصب ایک اعلیٰ درجہ کا منصب ہے۔ اور وہ گویا شان نبوت اپنے اندر رکھتا ہے بشرطیکہ خدا ترسی کو کام میں لایا جاوے۔

وعظ کہنے والا اپنے اندر خاص قسم کی اصلاح کا موقع پا لیتا ہے۔ کیونکہ لوگوں کے سامنے یہ ضروری ہوتا ہے کہ کم از کم اپنے عمل سے بھی اُن باتوں کو کر کے دکھاوے۔ جو وہ کہتا ہے

بہرحال اگر ایک آدمی اپنی ہی غرض اور منشاء کے لئے کوئی بھلی بات کہے۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے اس پر اعتراض کیا جاوے کہ وہ اپنی کسی ذاتی غرض کی بنا پر کہہ رہا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اُن اغراض و مقاصد پر بحث کرتا رہے۔ حق کو ملحوظ رکھ کر وعظ کہہ رہا ہے۔ سعدی نے کیا خوب کہا ہے ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش
گر نوشت است پند بر دیوار

یہ بالکل سچی بات ہے کہ قول کی طرف دیکھو قائل کی طرف مت خیال کرو۔ اس طرح پر انسان سچائی کے لینے سے محروم رہ سکتا ہے اور اندر ہی اندر ایک عجب اور نخوت کا بیج پرورش پا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ اگر صرف سچائی اور صداقت کا طالب ہے۔ تو پھر دوسروں کی عیب شماری سے اُس کو کیا غرض

واعظ اپنے لئے کوئی ایک بات نکال لے۔ مگر تم کو اس سے کیا غرض۔ تمہارا مقصود تو اصلی مطلب حق ہے

اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ بے موقع بے محل بے ربط بات شروع کر دیتے ہیں۔ اور پند و نصیحت کرتے وقت امور مقتضائے وقت کا ذکر نہیں کرتے۔ اور نہ اُن امراض کا لحاظ رکھتے ہیں۔ جن میں مخالف مبتلا ہوتے ہیں۔ بلکہ اپنے سوال کو ہی مختلف پیرایوں میں بیان کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طرز بیان کو اگر غور سے دیکھتے تو اُن کو وعظ کہنے کا بھی ڈھنگ آ جاتا۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا ہے اور پوچھتا ہے کہ سب سے بہتر نیکی کونسی ہے؟ آپ اسکو جواب دیتے ہیں کہ سخاوت۔ دوسرا آ کر یہی سوال کرتا ہے تو اس کو جواب ملتا ہے کہ ماں باپ کی خدمت۔ تیسرا آتا ہے اس کو جواب کچھ اور ملتا ہے۔ سوال ایک ہی ہوتا ہے جواب مختلف اکثر لوگوں نے یہاں پہنچ کر ٹھوکر کھائی ہے۔ اور عیسائیوں نے بھی ایسی حدیثوں پر بڑے بڑے اعتراض کئے ہیں۔ مگر احمقوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مفید اور مبارک طرز جواب پر غور نہیں کی۔

اس میں سر یہی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جس قسم کا مریض آتا تھا اُس کے حسب حال نسخہ شفا کا دیتے تھے۔ جس میں بخل کی عادت تھی اُس کے لئے بہترین نیکی یہی ہو سکتی تھی کہ اس کو ترک کرے۔ جو ماں باپ کی خدمت نہیں کرتا تھا بلکہ اُن سے سختی کے ساتھ پیش آتا تھا۔ اس کو اسی قسم کی تعلیم کی ضرورت تھی کہ وہ ماں باپ کی خدمت کرے (باقی آئندہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حضرت مولوی عبدالسلام صاحب کاٹھ گڑھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نمبر ۴

ہندو کی دوکان سے سودا

آپ ہندو کی دوکان سے سودا ابھی نہیں خریدتے تھے۔ آپنے گاؤں میں کئی دوکانیں کھلادیں۔ اور لوگوں کو ہندوؤں کی دوکانوں سے سودا خریدنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ چوہدری دولت خان صاحب پنشنر جو اب ہماری جماعت کے سکرٹری مال ہیں محکمۂ جنگلات میں ملازم تھے۔ ریٹائر ہوکر گھر آئے تو آپنے اُن کو دوکان کھولنے کا مشورہ دیا۔ اور بڑی مشکل سے اُن کو اس کام پر آمادہ کیا۔ چونکہ آپ نواشہر میں عربک ٹیچر تھے۔ اور اس وجہ سے منڈی میں خاصی واقفیت تھی۔ اور ہمارے ہاں کے دوکاندار نواشہر سے ہی مال لاتے تھے۔ آپ اُن کے ساتھ جاکر سودا خرید دیتے۔ اور اپنے رسوخ کی وجہ سے اُدھار سودا بھی خرید دیتے۔ اسی طرح کچھ دیر اُن کے ساتھ جاتے رہے۔ اور کچھ چیزیں اُن کو امرتسر سے بھی خرید کرلا دیتے۔ جب کبھی آپ وہاں جاتے آپ اپنی ضرورت کے لئے اُن کی دوکان سے ہی سودا خریدتے۔ بعض لوگ اعتراض کرتے کہ ہم مسلمانوں سے سودا اسطرح خریدیں مسلمان تو مہنگا سودا دیتے ہیں۔ آپ فرماتے کہ اگر مسلمان مہنگا بھی دیں تو بھی خرید لینا چاہیئے۔ اگر ہمارا روپیہ ہندوؤں کے پاس جاوے گا۔ اُن کی طاقت مضبوط ہوتی جاوے گی۔ اور اُن کا روپیہ اسلام کی مخالفت میں خرچ ہوگا۔ اور مسلمانوں کا روپیہ اسلام کے کاموں میں خرچ نہیں ہوگا۔ تو کم از کم اسلام کی مخالفت میں خرچ تو نہیں ہوگا۔ اسی طرح ترقی کرتے کرتے آجکل چودھری دولت خان کی دوکان نہایت اعلیٰ چل رہی ہے اور اُن کو تجارت کا ڈھنگ بھی آگیا ہے۔ اس طرح اور بھی کئی مسلمانوں کی دوکانیں ہیں۔ ہندوؤں کی دکانوں سے بہت کم لوگ سودا خریدتے ہیں۔

وٹرنری ہسپتال کھولنے کی کوشش

پہلے ہمارے علاقے میں کوئی مویشیوں کا ہسپتال نہیں تھا۔ گڑھ شنکر جو ہمارے گاؤں سے بیس میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں ہمیں جانا پڑتا تھا۔ اور اتنی دور بیمار مویشی کو لے کر پہنچ بھی نہیں سکتے تھے۔ آپ ہر وقت درخواستیں بھیجتے رہتے کہ ہمارے علاقے میں لوگوں کو بڑی تکلیف ہے۔ وٹرنری ہسپتال کھولا جاوے۔ اور ہمارے گاؤں میں ہی کھولا جاوے۔ اور زمین ہسپتال کے لئے مفت دینے کا وعدہ فرماتے۔ اور جب کبھی افسروں کو ملتے اُن سے بھی یہی درخواست کرتے کہ ہسپتال کی سخت ضرورت ہے۔ بار بار توجہ دلانے پر بلاچور میں جو ہمارے گاؤں سے پانچ میل کے فاصلہ پر قصبہ ہے ہسپتال کھولا گیا ہے۔ اور اب کاٹھ گڑھ میں بھی کھلنے کی افواہ سنی جاتی ہے۔ اُمید ہے کاٹھ گڑھ ہسپتال کھلنے کی کوشش پوری ہوجاوے گی

مقدمہ تکیہ شاہ جی میں آپکی کوشش!

آپ ہر ایک کام رفاہ عام کے فائدے کے لئے کرتے تھے۔ گھر کی جائیداد کے بھی بہت سے مقدمات رہتے تھے۔ آپ اُن پر غور نہیں کیا کرتے تھے لیکن جو کام یا مقدمہ اسلام کو نقصان پہنچانے والا ہو یا جس سے رفاہ عام کا فائدہ ہو اُس کو کیا کرتے تھے۔

ہمارے راجپوت بزرگوں نے ایک زمین کا ٹکڑا فقیروں کو دیا ہوا تھا۔ یہ زمین ہمارے گاؤں سے دو میل کے فاصلہ پر تھی۔ اس میں دو چاہات تھے۔ رقبہ باسٹھ گھماؤں تھا چونکہ فقیر بہت عیاش تھے۔ انھوں نے یہ زمین تھوڑی تھوڑی کرکے رہن کردی۔ کل دو ہزار سات سو روپیہ میں یہ زمین رہن کی۔ گاؤں کی مشترکہ شاملات کی آمد کا کچھ روپیہ جمع تھا۔ اس لئے اُس زمین کو لوگوں نے فک کرانا چاہا۔ لیکن پنڈت لکھپت رائے روپیہ لینے سے لیت و لعل کرتے رہے جب پنڈت جی فوت ہوگئے تو آپکے لڑکے پنڈت نانک چند بیرسٹرایٹ لاء کو بھی بار بار روپیہ لینے کے لئے کہا گیا لیکن آپ بھی زمین فک کرنے سے انکار کرتے رہے۔ کیونکہ زمین بہت زیادہ اور روپیہ بہت ہی قلیل تھا۔ اور پشتوں سے زمین کی پیداوار وہ کھا رہے تھے۔ اور اُن کو یہ بھی علم تھا کہ گاؤں کے سیدھے سادھے زمیندار ہیں کر ہی کیا سکتے ہیں۔ ہمارے مقابلہ میں ان کی کیا ہستی ہے۔ لیکن باوجود اتنی مصروفیتوں کے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ آپ کے سکول کی تعلیم کا کام۔ بلڈنگ کی تعمیر کا کام۔ حکمت کا کام جماعت کی تربیت کا کام۔ ضلع کی تبلیغ کا کام۔ باوجود اتنے کاموں کے یہ کام اپنے ذمہ لیا باقی لوگوں کا حوصلہ نہیں تھا کہ ایک بیرسٹر کے مقابلہ میں کھڑے ہوں۔ جو ہر طرح سے قانون کا واقف ہے اور روپیہ والا بھی ہے آپنے اس کام کو ہاتھ میں لے کر تہیہ کرلیا کہ میں اس کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤں گا۔ آپنے سارے گاؤں سے مختارنامہ لے لیا اور اچھی طرح مقدمہ کی پیروی شروع کی۔ چونکہ سارے زمینداروں کا کام تھا۔ اطلاع یابیوں میں بڑی دقت پیش آتی۔ بعض نابالغ تھے اُن کے ولی بنانے میں دقت بعض باہر رہتے تھے اُن کی اطلاع یابی میں دقت۔ غرض طرح طرح کی تکلیفیں آپ نے اپنے سر لے لیں۔ چونکہ آپ کو مختارنامہ کی تصدیق اور سب سے دستخط کرانے تھے۔ آپ دن رات لوگوں سے دستخط کرانے میں مشغول رہتے۔ بعض لوگ دستخط کرنے سے یا انگوٹھا لگانے سے انکار کرتے کہ ہمارے ہندوؤں کے ساتھ تعلقات خراب ہوجائینگے۔ لیکن آپ اُن کو سمجھاتے کہ اگر ایسی زمین کی آمدنی کسی اسلامی کام میں صرف ہو تو بہت کچھ ہو سکتا ہے ہندوؤں کے پاس یہ روپیہ جاتا ہے۔ وہ اس کو سود پر لگا دیتے ہیں اور مسلمانوں کو ہی وہ روپیہ سودی دے دیتے ہیں۔ بعد میں جائیدادیں نیلام کرا لیتے ہیں۔ اسطرح بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ اسی طرح مشترکہ روپیہ جو بنک میں جمع تھا اُس کے برآمد کرانے میں مشکلات ہوتیں سارے ممبر جمع نہ ہوتے۔ اپنی گرہ سے مقدمہ کی ضرورت کے لئے روپیہ خرچ کرنا پڑتا۔ دو سال تک مقدمہ چلتا رہا آخر فیصلہ یہ ہوا کہ یہ زمین فریقین کے قبضہ میں نہ رہے اور گورنمنٹ پراپرٹی Government Property بنالی جاوے۔

یہ کچھ قانون ہی ایسا تھا۔ لیکن جب پنڈت نانک چند نے دیکھا کہ ہاتھ سے زمین جاتی ہے تو سمجھوتہ کرنے پر رضامند ہوگئے اور نصف یعنی تیس گھماؤں زمین دیدی اور نصف روپیہ لے لیا۔ گویا ہمارے قبضہ میں تیس گھماؤں زمین آگئی۔ اس کام کو سر کرنا آپ کا ہی کام تھا۔ اگر آپ کوشش نہ فرماتے تو اسی طرح پشتوں تک یہ زمین اُن کے قبضہ میں رہتی۔ اب لوگ آپ کو دعائیں دیتے ہیں

زنانہ مسجد کی بنیاد

ہماری مسجد جامعہ میں چونکہ عورتیں بھی نماز جمعہ ادا کرتی ہیں۔ اسلئے جمعہ کے روز جگہ عورتوں اور مردوں کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ آپ نے ایک شخص چودھری نعمت اللہ خان صاحب مرحوم (خدا مغفرت کرے) سے کچھ جگہ جو مسجد سے ملحقہ تھی زنانہ مسجد کے لئے لی اور اُن کی زندگی میں بنیاد رکھدی اور بنیادیں کافی اونچی بنوادیں۔ چونکہ اُس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ خطرہ تھا کہ اس کی وفات کے بعد اُس کے رشتہ دار جگہ پر قبضہ نہ کرنے دیں۔ اسلئے آپنے اُسوقت بنیادوں کا کام شروع کردیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد چودھری صاحب موصوف فوت ہوگئے۔ اور اب زنانہ مسجد کا کمرہ بنانے کی تیاریاں ہورہی ہیں اور کچھ کام بھی ہوچکا ہے۔

مسجد کا کنواں

ہماری جامعہ مسجد ایک اونچے ٹیلے پر واقع ہے۔ وہاں پانی لے جانا بہت مشکل ہے۔ نمازیوں کو پانی کی بہت تکلیف رہتی ہے۔ بعض دفعہ مانگی پانی سے انکار کردیتے ہیں۔ اس ٹیلے کے ساتھ ہی نیچے مسجد کی جگہ پڑی ہے۔ آپنے وہاں کنواں لگوانے کی تجویز کی۔ آپ جس کام کو کرتے تھے آہستہ آہستہ تکمیل کو پہنچاتے تھے۔ لیکن اسکی بنیاد جس روز ارادہ کرتے تھے اُسی روز رکھ دیا کرتے تھے۔

آپ فرماتے کہ جس کام کی بنیاد رکھی جاوے وہ کبھی نہ کبھی ہو ہی جاتا ہے۔ چونکہ ہمارے ہاں پانی بہت دور ہے اور علاقہ خشک ہے اس لئے ایک ہزار روپیہ کنوئیں پر خرچ آتا ہے آپنے سوچا سب سے بڑا کام اینٹوں کا ہے۔ آپ نے کنوئیں کی ضرورت کے مطابق اینٹیں منگوالیں۔ بھٹہ دار کو کچھ روپیہ نقد چندہ جمع کر کے دے دیا۔ اور کچھ ادھار کر لیا۔ لیکن آپ کی عمر نے وفا نہ کی۔ وہ اینٹیں پڑی رہیں جب بھی لوگ نماز پڑھ کر باہر نکلتے اُن کے دل میں تحریک پیدا ہوتی کہ یہ اینٹیں ضائع نہ چلی جائیں۔ اس کام کو ضرور شروع کرنا چاہیئے۔ چنانچہ آجکل کنوئیں کا کام شروع ہے۔ اُمید ہے کہ چند روز تک ختم ہو جائیگا۔ اگر آپ اینٹیں پہلے نہ منگواتے۔ کنوئیں کی تحریک لوگوں کے دلوں میں کم پیدا ہوتی۔ کیونکہ ہمارے علاقہ میں عام طور پر پہلے لوگ کنوئیں کا پاٹ کھدوا کرتے ہیں۔ لیکن آپنے پہلا کام اینٹیں منگوانے کا کیا۔ تاکہ پانچوں وقت آنے والے نمازیوں کی توجہ اس طرف مبذول ہو جائے۔

آپنے مسجد کی ضرورت کے لئے مسجد کا سامان رکھنے اور دیگر ضرورتوں کے لئے دو کمروں کی اور بنیاد رکھی ہوئی ہے۔ اُمید ہے وہ کمرے بھی بن جائینگے۔

بد رسوم کو مٹانے کی کوشش

آپ بد رسوم کو مٹانے میں ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔ اور کوئی کام رسمی طور پر نہیں کیا کرتے تھے۔ میری اور میرے چھوٹے بھائی عبد المومن کی شادی پر گرد و نواح کے احمدیوں کو آپنے دعوت ولیمہ پر مدعو کیا۔ جانے کیوقت اُنھوں نے آپ کو نیوتہ دینا چاہا۔ آپنے فرمایا میں نے آپ کو اس لئے تو نہیں بلایا تھا کہ ہمارے ہاں آکر قیمتاً کھانا کھاؤ۔ میں تو ایسی رسوم کو توڑنا چاہتا ہوں۔ اُنھوں نے کہا کہ تو آئندہ آپ کے اور ہمارے تعلقات قائم نہیں رہیں گے۔ ہم آپ کو کس طرح بلائینگے۔ آپنے جواب دیا کہ مینے آپ کو آپسے کچھ لینے کے لئے نہیں بلایا۔ آپ بھی مجھ کو کچھ لینے کی غرض سے نہ بلائیں۔ اگر میں آپ کی کسی دعوت میں بغیر کسی معقول عذر کے نہ آؤں تو مجھے آپ الزام دیں۔ آپنے کسی سے نیوتہ نہیں لیا اور نہ کوئی کام رسمی طور پر کیا۔

ملکانوں میں آپکا کام

جن دنوں آگرہ متھرا کے علاقے میں آریہ ملکانوں کو شدھ کرنے کی کوشش کر رہے تھے آپکو حضرت صاحب کی طرف سے خط گیا کہ فوراً قادیان پہنچو۔ چنانچہ آپ اُسی وقت گھر سے چل پڑے حضور کے حکم پر تمام کام چھوڑ کر آپ ملکانوں میں چلے گئے۔ اور پانچ ماہ تک وہاں رہے۔ چونکہ آپکو ہندو مذہب سے کافی واقفیت تھی۔ اور ہندی اور سنسکرت بھی جانتے تھے۔ اسلئے کوئی آریہ آپ کے مقابلہ پر نہ ٹھہرتا۔ آپ اکثر مباحثے کرتے۔ ملکانے آپکو بُلا کر لے جاتے۔ جب آریہ پنڈت کو آپ کے سامنے کچھ جواب نہ آتا تو وہ بہت خوش ہوتے اور آئندہ آریوں کو اپنے گاؤں میں نہ آنے دیتے۔ آپ وہاں بھی ملکانوں کے بچوں کو پڑھاتے رہے۔ ملکانوں کو آپ کے ساتھ بہت محبت ہو گئی تھی۔ آپکے ضلع بھائی ضلع متھرا میں رہتے تھے۔ وہاں کے لوگ کہا کرتے تھے کہ ہمارے مولوی سے تمام پنڈت ڈرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارا مولوی ان کو شکست دے دیتا ہے۔ آپ پانچ ماہ کے بعد حضور کے حکم کے مطابق واپس آگئے۔

غریبوں کو عمدہ کھانا کھلانا

آپ اکثر غریبوں کو عمدہ کھانا کھلایا کرتے تھے۔ اور وقتاً فوقتاً عمدہ کھانا پکا کر غریبوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک جاٹ زمیندار جو احمدی تھا ہمارے ہاں جمعہ پڑھنے کے لئے آیا۔ اور بارہ بجے کے قریب سکول میں آگیا۔ اُسوقت وہ اپنے گاؤں میں اکیلا ہی احمدی تھا۔ اور غریب تھا۔ دھوپ میں گھبرایا ہوا آیا۔ اُس کے پاؤں پر مٹی دھول پڑی ہوئی تھی اور لباس بہت سادہ تھا۔ آپ نے جھٹ اُس کے لئے عمدہ سا بستر (جو خاص مہمانوں کے لئے تیار رکھا ہوا تھا) بچھا دیا۔ اس کو شربت پلایا۔ اور اُس کے لئے عمدہ سے عمدہ کھانے پکوائے۔ میں نے کہا کہ اباجی آپنے یہ کیا کیا آپ کا ایک دری بچھا دینا کافی تھا۔ دیکھیئے تو اس کے پاؤں پر کس قدر مٹی اور دھول پڑی ہوئی ہے۔ اس نے تو یہ عمدہ اور نفیس بستر ابھی خراب کر دیا۔ آپ نے فرمایا کبھی غریبوں کو بھی عمدہ بستر پر سُلانا چاہیئے اس سے زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ امیر لوگ تو ہر روز عمدہ کھانا کھاتے ہیں۔ اور عمدہ بستروں پر سوتے ہیں اُن کے نزدیک ان بستروں اور کھانوں کی کیا قدر ہے دوسرے یہ اکیلے ہی اپنے گاؤں میں احمدی ہیں۔ تمام گاؤں کے لوگ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہم بھی اگر ان کی خاطر و مدارات اور عزت نہیں کریں گے تو ان کے دل پر کیا اثر ہوگا۔ غرض آپنے دو تین قسم کا عمدہ کھانا تیار کرا کر اُسے کھلایا۔ اور ہر ممکن طریق سے آرام پہنچایا۔

آپ گرمیوں کے دنوں میں جب کبھی ہوشیارپور اور جالندھر جاتے تو برف کافی لاتے اور وہ یتیموں اور غریبوں میں تھوڑی تھوڑی تقسیم کر دیتے۔

آپکے پاس بہت غریب اور یتیم امداد کے لئے آتے۔ آپ اُنکے گذارہ کے لئے کوئی نہ کوئی صورت بتا دیتے۔ اور کچھ نہ کچھ اپنی گرہ سے بھی دے دیتے۔ یتیم اور غریب بچوں کو کپڑے بنوا دیتے۔ اور سکول میں پڑھتے اُن کو کتابیں وغیرہ بھی خرید دیتے۔ غرض ہر ممکن طریق سے مدد کرتے۔

مطبوعہ فارموں پر کام

آپ نے ہر ایک صیغہ کے فارم چھپوائے ہوئے تھے۔ اور اُن پر ہی خط و کتابت کیا کرتے تھے۔ مثلاً "از دفتر امیر جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیارپور" کے عنوان سے فارم چھپوائے ہوئے تھے اور جب کبھی قادیان کو بحیثیت امیر جماعت کے خط لکھتے تو ان فارموں پر لکھتے۔ اور اسی طرح از دفتر تعلیم الاسلام مڈل سکول کاٹھ گڑھ۔ اور از دفتر انجمن دیہہ کاٹھ گڑھ۔ جب کسی افسر کو عام لوگوں کے مفاد کے لئے توجہ دلاتے۔ تو ان فارموں پر لکھتے اپنی جماعت کے مقامی چندوں کی رسید بکیں بھی چھپوائی ہوئی تھیں۔ گویا ہر کام باقاعدگی سے کرتے تھے۔

آپکی وفات

چونکہ آپ روپڑ کے مولویوں کیساتھ خط و کتابت تھی آپ روپڑ سے ہی آئے تھے کہ صبح گھوڑی کو پانی پلانے جوہڑ میں گئے جب آپ واپس آتے تو گھوڑی ایک کھیت کی طرف آپکو کھینچ کر لے گئی۔ کھیت میں ہری ہری گھاس تھی۔ آپ کی جوتی کا ایک پاؤں کھل گیا اور آپکے پاؤں میں کانٹا لگا نکالنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن نہ نکل سکا۔ کئی روز تک اسپر پلٹس وغیرہ باندھی۔ ایک جراح کا علاج کراتے رہے۔ لیکن زخم بڑھتا گیا۔ اور پاؤں سوج گیا۔ آپ پھر بھی آہستہ آہستہ سکول میں آجاتے اور نگرانی کرتے

ایک دن میاں عطاء اللہ صاحب پلیڈر نواشہر اور حاجی غلام احمد صاحب ساکن کریام آپ کو ملنے کے لیے آئے۔ اور آپ ملنے کے لیے سکول تک آہستہ آہستہ گئے۔ اُس روز سے آپ زیادہ کمزور ہوگئے۔ واپس گھر نہ جاسکے۔ پاؤں کے اندر مواد جمع ہوگیا۔ اور کانٹا جو دس روز کا لگا ہوا تھا۔ اس کا زہر سارے جسم میں سرائت کر گیا۔ اور بخار بھی ہونے لگا۔ وفات سے چار دن پہلے ڈاکٹر نے اپریشن کیا اور کانٹا نکال دیا لیکن کمزوری بہت بڑھی ہوئی تھی۔ کئی روز سے اجابت بھی نہ ہوئی تھی۔ انیمہ بھی کئی دفعہ کیا گیا مگر کوئی اجابت نہ ہوئی۔ آپ نے مجھے اپنی علالت کا خط لکھا میں اُسوقت لاہور دفتر مردم شماری میں ملازم تھا۔ میں اور چودھری عبدالحی خان صاحب سب پوسٹ ماسٹر دونوں ۱۸ر اکتوبر کو پہنچ گئے۔ آپ بیحد کمزور تھے اور اُسی رات آپ کی حالت زیادہ خراب ہوگئی اور اسی حالت میں ۳ بجے فرمایا "ابھی تک موٹر نہیں آئی۔ موٹر والا کہاں ہے؟" آپ آخر وقت تک ہوش میں رہے ایک منٹ کے لئے بھی بے ہوشی آپ پر طاری نہ ہوئی۔ جس وقت آپ فوت ہونے کو تھے تو آپ کچھ بات کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اچھی طرح سمجھ میں نہ آتی تھی۔ آپ نے یہ معلوم کر کے کہ میری بات کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ کاغذ اور قلم دوات منگایا۔ آپنے کچھ لکھا بھی مگر پڑھا نہ گیا۔ وفات کے وقت میں اور میری والدہ صاحبہ تھیں۔ آپ باتیں کرتے کرتے چپ ہوگئے۔ نزع کی حالت آپکی طاری نہ ہوئی کہ اپنے مولیٰ حقیقی سے جاملے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

قادیان لانے کا کسی کو خیال بھی نہیں تھا۔ جب کفن دفن کی تیاری ہونے لگی تو چودھری عبدالحی خان صاحب نے فرمایا کہ نعش کو قادیان لے جانا چاہیئے۔ چنانچہ بلاچور کو آدمی بھیجا گیا۔ اور لاری لائی گئی۔ گاؤں کے غیر احمدیوں نے اپنے علیحدہ مولوی کے پیچھے نماز جنازہ پڑھا۔

آپ شام کے پانچ بجے فوت ہوئے تھے۔ رات کے دو بجے قادیان چل پڑے۔ راستہ میں موٹر خراب ہو گئی اس کے درست کرتے کرتے صبح ہوگئی۔ حتیٰ کہ شام کو مغرب کے وقت قادیان پہنچے۔ حضرت صاحب کو نواشہر سے تار دیدی تھی۔ آپ کی طبیعت اُس روز علیل تھی آپنے فرمایا صبح جنازہ پڑھاؤں گا۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کو بھیجا کہ وہ نعش کا معائنہ کریں کہ وہ صبح تک رہ سکتی ہے یا نہیں؟ آپنے معائنہ کر کے رپورٹ کی کہ حضور نعش کا کچھ نہیں بگڑا صبح تک رہ سکتی ہے۔ وفات کے تیسرے دن حضرت صاحب نے ۹ بجے صبح جنازہ پڑھا۔ قادیان کے لوگوں نے چہرہ دیکھا۔ چہرہ بشاش تھا اور کسی قسم کی بدبو وغیرہ نہ آتی تھی۔ آپ کو مقبرہ بہشتی میں دفن کیا گیا۔

آپنے اٹھارہ دن بیمار رہ کر ۱۹ر اکتوبر ۱۹۳۱ء کو وفات پائی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

پسماندگان

ہم پانچ بھائی اور ایک ہمشیرہ ہے ہمشیرہ قادیان ہی میں چھٹی جماعت میں

میں پڑھتی ہے۔ ایک بھائی عبدالرحمٰن انٹرنس پاس ہے اور اس سال مولوی فاضل کا امتحان دینے والا ہے اور مجھ سے چھوٹا عبدالمومن انٹرنس پاس پشاور سکول میں داخل ہے۔ اور میں ایف۔ اے پاس ہوں۔ اور دو چھوٹے پرائمری میں پڑھتے ہیں۔

بستر علالت پر ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ کو خط

آپ چونکہ ضلع ہوشیارپور کے نائب مہتمم تبلیغ تھے۔ آپ نے ناظر صاحب کو بیماری کی حالت میں خط لکھا کہ "میرے پاؤں میں کانٹا لگا ہوا ہے چل پھر نہیں سکتا۔ مجھے تین ماہ کی رخصت عطا فرمائی جاوے آپ کا نہایت ہی مشکور ہوں گا۔"

چونکہ مجھے ان کی صحبت میں رہنے کا کم موقع ملا ہے۔ کچھ نابالغی کی حالت اور باہر تعلیم بھی حاصل کرتا رہا ہوں۔ واقعات تو ان کی زندگی کے بہت ہیں۔ مجھے اسوقت یاد نہیں۔ جو کچھ میری ملازمت کی حالت میں گذرا ہدیہ ناظرین کر دیئے۔

والسلام

خاکسار:۔ عبدالرحیم خان کاٹھگڑھی
دارالفضل قادیان دارالامان

میں کیوں احمدی ہوا

احمدیت قبول کرنیکی سرگذشت

(از قلم عبدالعزیز صاحب احمدی پنشنر)

غالباً ۱۸۷۹ء کا واقعہ ہے کہ میں مظفر گڈھ شہر میں جماعت چہارم پرائمری میں پڑھتا تھا۔ میرا مکرم و محترم بھائی منشی عبدالکریم قاضی غلام مرتضٰے خانصاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر محکمہ بندوبست کی پیشی میں محرر جوڈیشل تھا۔ مولوی جلال الدین صاحب ساکن گوجرانوالہ مظفر گڈھ کی ابتدائی بندوبست کی تاریخ نویس تھے شیخ کریم بخش صاحب منصرم بندوبست اور میر محفوظ حسین صاحب محافظ دفتر تھے۔ چونکہ یہ چاروں اصحاب مذہباً ایک اور ایک ہی مشرب کے تھے۔ لہذا ہر روز شام کے بعد مولوی جلال الدین صاحب کے مکان (ہمارا مکان جس میں مشترک تھا) میں جمع ہو جاتے۔ اور دن بھر میں جس قدر حصہ تاریخ اقوام ضلع مظفر گڈھ کا آپ تصنیف فرما کر لکھ لیتے۔ وہ ان کو سنا دیا کرتے۔ اسی اثناء میں براہین احمدیہ کا پہلا اشتہار اہتمام اشاعت کا اتفاقاً ان کے پاس پہنچ گیا۔ کہ صداقت اسلام و صداقت نبوت حضرت محمد خیر الانام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈیڑھ ہزار جزو کی کتاب لکھی گئی ہے۔ جو شخص پانچواں حصہ دلائل حقہ کو توڑ دے گا اسے دس ہزار روپیہ کی جائداد دی جاوے گی۔ اور جو شخص اشاعت کتاب میں پیشگی معاونت کرے گا اس کو کتاب پانچ روپیہ میں ملے گی۔ ان کے ساتھ شیخ غلام علی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بندوبست بھی شامل ہو گئے۔ اور ان پانچوں اصحاب نے کتاب کی قیمت پیشگی بذریعہ بیمہ رجسٹری قادیان روانہ کر دی۔ ان دنوں منی آرڈر کا رواج نہ تھا کچھ عرصہ بعد حضرت صاحب کا خط آیا کہ کتاب مذکور کا حجم بہت بڑھ گیا ہے۔ اگر کچھ اور امداد بطور عطیہ ترسیل کر دیجائے۔ تو ثواب میں منسوب ہوگی۔ چنانچہ فی کس دو دو روپیہ اور روانہ کئے گئے

حضرت صاحب کے خاص اہتمام میں جو پہلا اڈیشن براہین احمدیہ کا چھپا ہے۔ اور اس کے ساتھ جو اعلان شائع ہوا ہے۔ اس میں بذمرہ معاونین ان پانچوں اصحاب کے نام صفحہ کے آخر میں درج ہیں۔ قاضی غلام مرتضٰی خان صاحب۔ اور مولوی جلال الدین صاحب تو اصحاب صفہ میں شامل ہیں مگر خادم کا بھائی حضرت صاحب کے اعلان بیعت سے پیشتر قصبہ موگا ضلع فیروزپور میں فوت ہو چکا تھا۔ (اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو)

میری عمر اسوقت ۱۲-۱۳ سال کی ہوگی میں التزاماً نماز کا پابند نہ تھا۔ مگر پڑھا ضرور کرتا تھا۔ اور بوجہ دینی شغف ہونے کے ان چاروں اصحاب کی شام کی گفتگو کچھ نہ کچھ سنا کرتا تھا ؎

غنیمت جان مل کر بیٹھنے کو
جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

بندوبست قریب الاختتام ہو گیا۔ میں اپنے وطن کو چلا آیا۔ اور پسرور کے مڈل سکول میں جماعت پنجم پرائمری میں داخل ہو کر پڑھنے لگا۔ خادم کا بھائی منشی عبدالکریم تبدیل ہو کر ضلع ہوشیارپور کے بندوبست میں متعین ہوا۔ باقی اصحاب کا کچھ پتہ نہیں کہ وہ کہاں تبدیل ہو کر چلے گئے۔

۱۸۸۵ء میں مڈل سکول کا امتحان پاس کر کے امرتسر کے گورنمنٹ ہائی سکول میں داخل ہو گیا۔ ۱۸۸۶ء کے سرما کا غالباً واقعہ ہے کہ مولوی جلال الدین صاحب ممدوح جو اسوقت نابینا ہو گئے تھے امرتسر تشریف لائے۔ مجھے اتفاقاً اللہ تعالیٰ نے جو خبر دی تو میں ان کے ملنے کیلئے گیا۔ علاوہ ازیں آپ کے صاحبزادہ کے ساتھ مجھے بیحد محبت تھی۔ ہم مظفر گڑھ میں اکٹھے ہی رہتے تھے۔ بعد ملاقات میں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کیسے یہاں بحالت معذوری تشریف لائے ہیں۔ تو فرمایا کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے ہمراہ یہاں آیا ہوں۔ یہ دوسری آواز تھی جو میرے کان میں پڑی۔

مارچ ۱۸۸۸ء کے آخر میں امتحان میٹریکولیشن (انٹرنس) سے فارغ ہو کر فیروزپور اپنے بڑے بھائی کے پاس چلا گیا۔ جو بوجہ اختتام بندوبست ضلع ہوشیارپور سے تبدیل ہو کر آ گیا تھا۔ میں دو مہینے پشتو پڑھتا رہا۔ اور امتحان پشتو میں یکم جولائی ۱۸۸۸ء کو رسالہ ۱۷ بنگال کیولری متعینہ چھاؤنی فیروزپور میں بعہدہ انگلش سکول ماسٹر ملازم ہو گیا۔ میرے اسسٹنٹ منشی خیرالدین صاحب جو ریاست مالیرکوٹلہ کے ایک معزز جاگیردار خاندان سے تھے۔ مقرر ہوئے۔ آپ کو فارسی زبان کا اچھا ملکہ تھا۔ اور آپ احمدی تھے۔ آپ کو حضرت صاحب کی کتابوں کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ جو بھی کتاب وہ منگواتے مجھے مطالعہ کے لئے دے دیتے۔ میں اس کو خوب ٹھنڈے دل اور غور سے پڑھتا۔ اور جو بات میرے فہم اور عقل سے بالاتر ہوتی۔ اسے میں ہمیشہ حوالہ بخدا کرتا رہا اور کبھی دل میں نہ کسی قسم کا شک پیدا ہوا۔ اور نہ ہی اعتراض اور نکتہ چینی اور عیب جوئی کا خیال آیا۔

قصہ مختصر یہ کہ ۱۶ر اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ہمارا رسالہ چھاؤنی فیروزپور سے تبدیل ہو کر چھاؤنی لورالائی ملک بلوچستان کو چلا گیا۔ چونکہ رسالہ سڑک سوار پیدل جا رہا تھا۔ ہم لوگ ماہ دسمبر میں براستہ منٹگمری۔ ملتان ڈیرہ غازی خان وغیرہ میدانی اور پہاڑی علاقہ عبور کرتے ہوئے لورالائی پہونچے۔

یہاں رسالہ دو سال رہا۔ یہیں مجھے صوفیاء کرام کی کتابوں اور مثنوی شریف پڑھنے کا اشتیاق ہوا حضرت صاحب کی کتاب ازالہ اوہام بھی چھپ کر پہونچ گئی۔ مجھے بعد مطالعہ اور مکمل پڑھنے کے یہ کتاب ایک شخص بنام میر احمد شاہ دفعدار کو دی۔ اس نے خدا جانے اسے پورا پڑھا یا نہ پڑھا۔ مگر اس نے حضرت صاحب کے الہام انا انزلناہ قریباً من القادیان کے متعلق سخت نکتہ چینی کی۔ اور نازیبا اور سخت الفاظ بھی استعمال کئے

چھاؤنی لورالائی سے تبدیل ہو کر اسی طرح پیدل چلتے ہوئے فروری ۱۸۹۳ء کو علاقہ منٹگمری سے لگاتار بارشوں میں بھیگتے ہوئے چھاؤنی انبالہ پہونچے۔ اس چھاؤنی میں چار سال ہمارا قیام رہا۔ اور اس تمام عرصہ تک بابو محمد صاحب لدھیانوی جو محکمہ انہار میں ہیڈ کلرک تھے اور حضرت صاحب کے ماننے والے تھے سے بڑا میل جول رہا۔ اس میں کچھ بھی شبہ نہیں۔ گو میری صحبت زیادہ تر احمدی احباب سے تھی۔ مگر طبیعت کا میلان فقراء کی طرف تھا۔ چنانچہ میں اور منشی خیرالدین دو تین دفعہ سائیں توکل شاہ نقشبندی انبالہ شہر کی خدمت میں بھی گئے۔ آپ اس علاقہ میں بہت مشہور و معروف اور صاحب طریقت بزرگ تھے آپ کے حالات میں آپکے ایک مرید نے کتاب "تحفہ توکلیہ" تصنیف کی ہوئی ہے۔

(باقی آئندہ)

حیات نور کا ایک ورق

وقتاً فوقتاً میں الحکم میں حیاتِ نور (حضرت نورالدین اعظم کی سوانح حیات و سیرۃ) یا حیاتِ صادق (حضرت مخدوم الملۃ مولانا عبدالکریم رضی اللہ عنہ کے کوائف زندگی و ذوقی) دیتا ہوں۔ میری غرض یہ ہے کہ کوئی سعادت مند روح اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ان عظیم الشان بزرگوں کے سوانح حیات کی اشاعت کے لئے مالی قربانی کرے۔ خاکسار عرفانی وقتاً فوقتاً اس قسم کے اعلانات سے اتمام حجت کرتا رہتا ہے۔ اگر الحکم کی سردست دو ہزار تو کہاں ایک ہزار بھی اشاعت ہو جاوے۔ تو میں اس کے حجم میں اضافہ کر سکوں۔ بہر حال میں حیاتِ نور کا آج ایک ایسا ورق پیش کر رہا ہوں جو ایک طرف تو قرآن مجید کے حقائق و معارف کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ دوسری طرف خود نورالدین اعظم کے مقام رفیع کا پتہ دیتا ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ کوئی صاحب اٹھے اور حیاتِ نور کی اشاعت اپنے ذمہ لے۔ (عرفانی)

تفہیمات قرآنی

اس باب کے نیچے میں بعض ان آیات کا ذکر کرونگا جو حضرت حکیم الامۃ کو خصوصیت سے اللہ تعالیٰ نے سمجھائی ہیں۔ اور جیسا کہ میرا طریق رہا ہے میں کوشش کروں گا کہ حتی الوسع خود حضرت حکیم الامۃ ہی کے الفاظ میں لکھدوں۔ میرا ارادہ تھا کہ میں قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب کے لحاظ سے اس باب کو لکھتا مگر میں نے دیکھا کہ یہ بہت محنت کا کام ہے۔ اور میں ڈرا کہ اس التزام کو مدنظر رکھتے رکھتے شاید کچھ بھی نہ لکھ سکوں۔ اسلئے میں نے چاہا کہ ترتیب کا التزام ترک کرکے مضامین اور مواد کو جمع کر دوں۔ پیچھے آنے والے لوگ (اگر خدا تعالیٰ انھیں توفیق دے گا) اس سے مختلف قسم کی ترتیبیں خود پیدا کر لیں گے (عرفانی)

(۱)

صراط مستقیم کے معنی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ آپکے سلسلہ میں کونسے مجاہدات ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ہیں عیسائیوں کے رد میں ایک کتاب لکھدو۔ جب اس تصنیف سے فارغ ہوئے تو پھر دریافت کیا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ آریوں کے رد میں ایک کتاب لکھدو۔ اس پر حضرت نور نے تکذیب براہین احمدیہ نام ایک کتاب کا جواب بشکل تصدیق براہین احمدیہ لکھنا شروع کیا۔ اس مجاہدہ میں جب نور مصروف تھا تو اس نے دیکھا کہ ایک بد فطرت نے صراط مستقیم سے لواطت کا مفہوم پیدا کیا ہے آپ نے اس کا الزامی جواب لکھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک اور حقیقت کو کھول دیا کہ

قرآن کریم نے خود صراط مستقیم کے معنی کئے ہیں

ان اللہ ربی و ربکم فاعبدوہ ھذا صراطی مستقیما کیا مطلب کہ بے شک اللہ میرا رب ہے اور تمہارا بھی وہی رب ہے۔ اسی کی عبادت کرو یہی وہ صراط مستقیم ہے۔ جس پر چل کر سو کامیاب ہوا۔ اور جس کی طرف قرآن مجید ہدایت کرتا ہے تب نور نے اپنی کتاب سے الزامی جواب نکال دیا۔

(۲)

لا تقربا ھذہ الشجرۃ

قرآن کریم کے درس میں بہت سے لوگوں نے اس حصہ آیت کے معنی خود حضرت نور کے منہ سے سنے ہیں۔ مگر ایک مرتبہ خود حضرت نور نے سنایا کہ:۔

"مجھے تمباکو سے سخت نفرت ہے اور اس کے تصور سے بھی جی متلانے لگتا ہے۔ اس کا ایک خاص سر ہے اور وہ یہ ہے کہ میں ایک بار قرآن مجید پڑھتا تھا۔ جب اس آیۃ پر پہنچا تو میرے دل میں ڈالا گیا کہ شجرہ سے مراد تمباکو بھی ہے۔ اس دن سے مجھے سخت نفرت ہے۔"

اس نفرت کے لئے ایک واقعہ کا بیان کر دینا بھی ضروری ہے۔ ۱۱ر فروری ۱۹۱۲ء کو حضرت خلیفۃ المسیح اول کی توجہ ایک طالب علم کے علاج کے دوران میں دل پر پڑی کہ بدقسمتی سے مدرسہ تعلیم الاسلام کے بورڈنگ ہوس میں ناظمین کی غفلت سے سگریٹ نوشی کا رواج ہو گیا ہے۔ اور یہ بیماری بہت بڑھ گئی ہے۔ اس سے آپ کو سخت رنج پہنچا اور باوجود بڑے رحیم اور خطا پوش ہونے کے مسجد میں کھڑے ہو کر اس کی برائیوں پر ایک تقریر کی۔ حالانکہ اس روز بوجہ ضعف قرآن مجید کا درس بیچ کر دیا تھا۔ اس تقریر میں آپ کے اندر ایک جلالی رنگ پایا جاتا تھا۔ اس جوش میں یہاں تک کہدیا کہ:۔

"ایسے لڑکے جو اس کو نہیں چھوڑ سکتے اور اصلاح نہیں کرتے چلے جاویں۔ ورنہ میں بددعا کروں گا"

دوسرے لوگ اس حقیقت کو کم سمجھیں گے۔ مگر میں جو خدا کے فضل سے ایک ذوق پسند اور غور کن طبیعت رکھتا ہوں اس نکتہ پر پہنچ گیا کہ چونکہ ایک تفہیم الٰہیہ کے موافق آپ کو تمباکو نوشی سے سخت نفرت ہے۔ اس لئے اس برائی کو دور کرنے کے لئے آپ کے اندر ایسا ہی جوش ہونا چاہئے تھا۔ چنانچہ سخن کز دل بروں آید نشیند بر دل کا نمونہ ہم نے دیکھا کہ بہت سے آدمیوں نے حقہ نوشی سے توبہ کر لی اور حقے توڑ ڈالے۔ اور مدرسہ کے جو طالب علم سگریٹ پیتے تھے انھوں نے اس عادت بد کی ترک کی اطلاعیں آپ کو بھیجنی شروع کر دیں۔ بعض کو اس عادت کے یکایک ترک کرنے سے تکلیف بھی ہوئی مگر وہ ثابت قدم نکلے۔ ان کے لئے آپ نے ایک نسخہ تجویز فرما دیا کہ جب حقہ کی خواہش پیدا ہو تو چند کالی مرچیں منہ میں رکھ لو۔ اس سے تکلیف جاتی رہے گی۔"

(۳)

فوم کا مفہوم

نور ایک مرتبہ کوئی اور کتاب پڑھ رہا تھا۔ اور فوم کے معنی لہسن اور گیہوں کے سمجھتا تھا۔ کتاب مذکور کے پڑھتے پڑھتے اونگھ آ گئی اور رویا میں دیکھا کہ فوم اور بصل خرید کر رہے ہیں اور اس کی تفہیم یہ ہوئی کہ

کتاب اللہ کے مقابلہ میں دوسری کتابیں فوم اور بصل ہیں

موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے فوم اور بصل کی جو خواہش کی تھی۔ اس سے گویا ان کی غرض زراعت کی طرف متوجہ ہونا تھا بجالیکہ موسیٰ علیہ السلام ان کو ایک فاتح قوم کی صورت میں لے جانا چاہتے تھے۔ بہر حال روحانی رنگ میں فوم کی حقیقت نور پر کتاب اللہ کے ماسوا کتابوں میں استغراق دکھایا گیا۔ اور بنی اسرائیل کی خواہش زراعت سمجھائی گئی۔

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ کے معنی

ایک مرتبہ نور ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ کی دعا میں محو ہو گیا۔ اس دعا کا تکرار کرتا تھا۔ طبیعت میں ایک قسم کا استغراق پیدا ہوا۔ تو حسنۃ الدنیا کے معنے کھلے کہ حسنۃ الدنیا سے مراد ہے:۔

صحت۔ علم و عمل۔ عبادت۔ توفیق خیر۔ رزق حلال (ضرورت کے موافق میرے دل میں اندازہ سے زیادہ کی خواہش نہیں) اولاد صالحہ۔ عمدہ بیوی۔ گھر فراخ ہمسایہ نیک۔ سواری عمدہ۔ لباس عمدہ۔ دوست عمدہ خاتمہ بالخیر۔ چونکہ یہ تفہیم الٰہی تھی اور عین دعا ہی کی حالت میں ہوئی تھی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ دعا اپنی قبولیت کا پتہ دے رہی ہے۔ اگر نور کی زندگی میں غور کریں تو کون کہہ سکتا ہے کہ حسنات الدنیا میں سے اسے کیا حاصل نہیں۔

(باقی پھر انشاء اللہ تعالیٰ)

مشاہدات عرفانی

۲۲ر اپریل سنہ ۱۹۲۶ء یوم پنجشنبہ

آج موسم کی کیفیت وہی ہے۔ مطلع ابر آلود ہے۔ کبھی کبھی سورج بھی نکل آتا ہے۔ میں معمول کے موافق اخبارات وغیرہ کا مطالعہ کرکے ۱۲ بجے کے قریب ہوا خوری کو نکلا اور پارک میں چلا گیا۔ ایک بجے کے قریب تقاطر شروع ہو گیا۔ میں قریب کے ایک رسٹارنٹ میں ناشتہ کرنے کو چلا گیا۔ باہر نکلا تو ایک شخص نے مجھے پوچھا کہ اکسفورڈ اسٹریٹ کونسی ہے۔ میں نے اس کو پتہ بتایا تو سلسلہ گفتگو میں اپنا ہندوستان سے آنا ظاہر کیا۔ اور مجھے پوچھا کہ آپ کی انگلستان کے متعلق کیا رائے ہے؟

میں۔ کس اعتبار سے آپ میری رائے پوچھتے ہیں؟

موسم کے لحاظ سے میں یہاں کے موسم کو پسند نہیں کرتا۔ باشندے یہاں کے محنتی ہیں اور کام کرنے سے جی نہیں چراتے۔ کسی پیشہ کو معیوب نہیں سمجھتے۔ ہر شخص کام کرنا چاہتا ہے۔

نامعلوم الاسم۔ آپ بمبئی میں رہے ہیں

میں — ہاں میں بمبئی میں کچھ عرصہ رہا ہوں۔

نامعلوم الاسم۔ مسٹر گاندھی کو جانتے ہیں

میں — ہاں میں گاندھی کو جانتا ہوں۔ مگر مجھے اس کی تحریکوں کے ساتھ اتفاق نہیں۔ اور اسکی تحریک ناکام ہو چکی اور وہ خود اب سیاسی کام سے ریٹائر ہو گیا۔ اس کے بعد وہ شخص چلا گیا۔ میرا اپنا خیال ہے کہ وہ کوئی ڈٹیکٹیو ہوگا۔ بہر حال مجھے نہ اس کے تشخص حال کی ضرورت تھی اور نہ اب ہے۔

سلب الامراض کے ایک گرجہ میں

پارک میں کل شام کو انجیل مربع کی ایک منادی سے میری گفتگو ہوئی تھی۔ جس کا ذکر میں نے کل کی ڈائری میں کیا ہے۔ اس نے مجھ کو اپنے گرجہ میں جو Peniel chapel کے نام سے مشہور ہے۔ آج آنے کی دعوت دی تھی۔ چنانچہ میں وہاں تین بجے پہنچ گیا۔ یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ دعا کے ذریعہ بیماروں کو اچھا کرتے ہیں۔

سلب الامراض توجہ کے ذریعہ ایک معمولی عمل ہے اور ہندوستان میں یہ عمل عرصہ دراز سے جاری ہے۔ مسلمانوں میں بھی علم توجہ کے نام سے یہ عمل ہوتا ہے۔ جس کو جدید روشنی میں مسمریزم کہا جاتا ہے۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ انگلستان کے لوگ باوجود دعوئے علم و عقل کے سائنس کے عجیب در عجیب انکشافات کے اس قسم کی باتوں کو مذہب کی حقیقی روح سمجھ بیٹھے ہیں۔

غرض اس گرجہ میں پہنچا بہت بڑا گرجہ ہے۔ اور مختلف مقامات پر عجیب عجیب قسم کے ماٹو آویزاں ہیں۔ دعویٰ یہ کیا جاتا ہے کہ وہ کسی سے چندہ نہیں مانگتے۔ مگر ہر محراب میں ایک صندوقچی آویزاں ہے۔ اور اس پر کوئی نہ کوئی دلفریب فقرہ لکھا ہوا ہے۔ ایک جگہ لکھا ہوا تھا "اپنی آمدنی کا عشر نہ ادا کرکے خدا کی چوری کیوں کرتے ہو!"

گرجا ظاہری تکلفات سے اسے اس قدر صاف رکھا گیا ہے alter وغیرہ اس میں نہیں۔ جہاں منسٹر بیٹھتا ہے وہاں اوپر ایک مربع کپڑا لٹکایا گیا ہے جو انجیل مربع کا اظہار ہے

منسٹر دیر میں پہنچا۔ لیکن ٹھیک ساڑھے تین بجے کارروائی ایک عورت نے جو گویا منسٹر کی شریک کار ہے شروع کر دی اور آغاز عبادت حسب معمول گیت اور باجہ نوازی سے شروع ہوا۔ یہ لوگ گانے اور درمیان میں چٹکیاں اور تالیاں بجاتے تھے جس طرح پر قوالی کی محفل ہوتی ہے۔ میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ اس قسم کی جذبات آفریں حرکات سے وہ ایک کیفیت اور محویت پیدا کرنا چاہتے ہیں درمیان میں "Hablya" "glory" کے نعرے لگاتے تھے۔ اس باجہ نوازی اور سماع کی محفل کے بعد مختصر سی دعا ہوئی۔ اور ایک شخص نے انجیل کا کچھ حصہ پڑھا۔ پھر منسٹر کی درخواست پر بعض لوگوں نے اپنی بیماریوں سے شفایابی کے اعلانات کئے۔ اور منسٹر نے ایک وجد آفریں تقریر کی۔ جو محض الفاظ کا مجموعہ تھی۔ اس کے بعد چند نوجوان بیمار عورتوں پر مسمریزم کیا گیا۔ اور اس طرح پر کارروائی ختم ہوئی۔ میں منتظر تھا کہ جلسہ ختم ہو اور منسٹر سے گفتگو کروں چنانچہ اب میرا وقت آیا حاضرین کی تعداد (جن میں ۶ مرد باقی عورتیں تھیں) پچاس کے قریب تھی۔ بعض عورتوں نے آکر مجھ سے مصافحہ کرنا چاہا۔ میں نے کہا کہ میں ہاتھ نہیں ملایا کرتا مسیح نے کبھی کسی عورت سے ہاتھ نہیں ملایا۔

منسٹر صاحب سے میری حسب ذیل گفتگو ہوئی:۔ وہاں اکثر اس کے مرید بھی موجود تھے۔

میں۔ میں آپ سے چند باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں آپ کی ایک پریچر عورت نے کل مجھے یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔

منسٹر۔ آپ پوچھیے

میں۔ پہلی بات تو میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ طریق عبادت انجیل میں کہاں ہے۔ آپ مجھے اس انجیل سے جس کے آپ پیرو ہیں دکھائیں کہ مسیح یا اس کے حواریوں نے اس قسم کا تماشہ کیا ہے؟

میرے اس سوال کا منسٹر پر ایسا اثر ہوا کہ وہ بالکل مبہوت ہو گیا۔ ایک لفظ بھی اس کے منہ سے نہ نکلا۔ مجھ کو در اصل خود ایک جوش پیدا ہو گیا تھا کہ یہ کیا مذاق اور مخول بنا رکھا ہے۔ خدا کی عبادت ہے یا مسخرہ پن۔

جب اس نے کوئی جواب نہ دیا تو میں نے پھر پوچھا:۔

میں۔ آپ روح القدس کے یہاں نازل ہونے کے نعرہ لگا رہے تھے کہ روح القدس اتر رہا ہے۔ اور اسکی تجلی ظاہر ہو رہی ہے۔ انجیل میں روح القدس کے نزول کی دو صورتیں بیان ہوئی ہیں ایک تو مسیح پر اترا تھا۔ وہ کبوتر کی صورت تھی۔ یہاں تو کوئی کبوتر اترتا نظر نہیں آتا۔

دوسری صورت حواریوں پر نزول کی لکھی ہے۔ وہ مختلف زبانیں بولنے لگے۔ میں عربی میں آپ سے کلام کروں گا۔ اس کا جواب عربی میں دو۔ فارسی میں میرے ساتھ گفتگو کرو ہندوستانی بولو۔ تب معلوم ہوگا کہ روح القدس اتر رہی ہے۔ اور انجیل کی صداقت در بارہ نزول روح القدس کی معلوم ہو جاوے گی

(منسٹر جو پہلے ہی مبہوت تھا اور بھی حیران ہو گیا۔ میری آواز بلند ہو گئی)

میں (اور میں نے کہا کہ) یہ کیا تماشا بنا رکھا ہے اپنے آپ کو اور دوسروں کو کیوں مغالطہ دیتے ہو۔ انسانی زندگی کا مقصد یہ شعبدہ بازی نہیں۔ اگر کوئی خوبی اور ایمانی قوت ہے تو انجیل کی رو سے جس کا تم اپنے آپ کو پیرو ظاہر کرتے ہو۔ اپنا ایماندار ہونا ثابت کرو۔ وہاں لکھا ہے کہ رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو تو پہاڑ کو ہلا دو گے۔ میں پہاڑ کے لئے آپ کو تکلیف نہیں دیتا۔ میری یہ کتاب ہے (یہ کہہ کر میں نے زمین پر ایک کتاب جو پروفیسر میکس مولر نے علم اللسان پر لکھی ہے اور میں نے اسی روز راستہ میں خریدی تھی۔) رکھدی اور کہا کہ اس کو حرکت دو اور اپنے اس مسمریزم کا سارا زور لگا دو۔ اور میں دعویٰ کرتا ہوں کہ آپ اس کو نہیں ہلا سکیں گے۔ اور جو غیر طبعی خیند کمزور عورتوں پر عائد کرتے ہو۔ مجھ پر عائد کرو۔ تو تمہاری اس قوت کا بھی اعتراف کرلوں گا۔ آزماؤ اور زور لگاؤ۔ اور دیکھو تمہارا دل خود دھڑک رہا ہے

منسٹر سے کچھ بن نہ آیا۔ سراسیمہ ہو گیا۔ آہستہ سے کہا کہ میں نہیں کر سکتا۔

میں۔ پھر آپ یہ نعرے کیوں لگاتے تھے۔ اور یوں ظاہر کرتے تھے کہ گویا آسمان سے اتر آئے ہو۔ اور تمام تو یہی لیکر آئے ہو۔ یہ میری انجیل مثلث ہے اس کا جواب دو۔ (میں نے تین سوال کئے تھے)

اُنکے سامعین تعجب اور حیرت سے سن رہے تھے کہ یہ کیا افتاد آپڑی۔ تب میں نے کہا کہ دیکھو خدا تعالیٰ انسان سے ان باتوں سے خوش نہیں ہو سکتا۔ اس سے بہتر اثر تو تمہارے دلوں پر تھیٹر میں ہو سکتا ہے۔ وہاں کا نقال ہنساتا اور رُلا سکتا ہے۔ ناول پڑھ کر تم یہ جانتے ہو کہ یہ فرضی قصہ ہے کوئی واقعہ تمہارے سامنے نہیں ہو رہا ہے۔ تم رو پڑتے ہو ان جذبات کا اثر ہے۔ اپنے اس منسٹر سے پوچھو کہ انسان کی زندگی کا کیا مقصد ہے کس طرح حاصل ہوتا ہے۔

یہ مسمریزم کے تماشے روحانیت سے تعلق نہیں رکھتے۔ روحانیت کیا اسکو ادنیٰ اخلاق سے بھی تعلق نہیں ایک چور بدکار بھی مشق کرکے کر سکتا ہے! اگر یہ کوئی چیز ہے تو اسے کہو مجھ پر مسمریزم کرے۔ منسٹر صاحب کو موقع مل گیا کہ میں اسکے سامعین کو مخاطب کر رہا ہوں وہ جھٹ اندر کو بھاگ گئے اور اونچی آواز سے کہا کہ آؤ اب جا رہا ہے اور مجھے کہا گیا کہ آپ اس راستے سے باہر جا سکتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں اس خاتون سے ملنا چاہتا ہوں جس نے مجھے یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔ میرے اس سوال کے جواب میں کہا گیا کہ "وہ اب نہیں مل سکتی"

غرض میں اس تماشے کو دیکھ کر ساڑھے پانچ بجے کے قریب واپس آیا مجھے ان لوگوں کی ذہنیت پر تعجب آتا ہے کہ یہ کیسی سفلی باتوں پر گر گئے ہیں سچ یہ ہے کہ چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

یادِ حبیب کو تازہ رکھنے کیلئے اُسکے کلام و حالات پڑھو

یاد حبیب کو تازہ رکھنے کے لئے کونوا مَعَ الصّٰدِقِین کے ارشاد پر عمل کرکے اس کے روحانی فوائد حاصل کرنے کے لئے ایک عجیب نسخہ یہی ہے کہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات زندگی پڑھو!

ان حالات زندگی سے معلوم ہوگا کہ آپ کس خاندان میں پیدا ہوئے۔ اور آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت کن حالات میں ہوئی۔ اور آپکے مشاغل زندگی کیا تھے؟ خدا تعالیٰ سے، اس کی مخلوق سے ان ایام میں آپکے تعلقات کس قسم کے تھے۔ آپ کی سوانح عمری کے دو حصے اس قسم کے مضامین پر مشتمل شائع ہو چکے ہیں۔ اور حیات النبی کے نام سے موسوم ہیں۔ قیمت ہر دو جلد ۸ع

حیاتِ احمدؐ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانح حیات کو خاکسار شائع کر رہا ہے۔ اس سلسلہ میں حضور کی چالیس سالہ زندگی کے حالات پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ اب آپ کی زندگی کے دوسرے دور یعنی ۱۸۷۹ء سے ۱۸۸۹ء تک کے حالات شائع ہو رہے ہیں۔ چونکہ تالیف ضخیم ہوگی۔ اس لئے متواتر ضخیم کے حصص میں شائع ہو رہی ہے۔ جس کا پہلا نمبر گذشتہ سال شائع ہوا تھا اب دوسرا نمبر جس میں ۱۸۸۳ء تک کے حالات ہیں شائع ہو گیا ہے۔ حسب معمول اس کی قیمت بھی ایک روپیہ ہے۔ اگر احباب چاہتے ہیں کہ جلد یہ تالیف مکمل ہو جائے تو اس کے لئے کم از کم پانچسو خریدار مکمل ہو جاویں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا تھا کہ "ہر احمدی کے گھر میں ہونی چاہیئے۔"

سیرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شمائل و اخلاق سوانح زندگی کے ساتھ جو چیز خدا تعالیٰ کے ماموروں کے ذریعہ حیرت انگیز تبدیلی انسانی قلوب میں کرتی ہے۔ وہ ان کے اخلاقی معجزات ہوتے ہیں۔ اسلئے کہ وہ دنیا کے لئے نمونہ ہو کر آتے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ اور آپکے کیرکٹر کی اعلیٰ شان کا علم حاصل کریں تو سیرۃ مسیح موعود علیہ السلام کا مطالعہ ضروری ہے۔ جس میں حضرت کے شمائل و عادات و معمولات اور آپکے فلسفہ اخلاق کا امتیاز اور آپکے اخلاق فاضلہ کا بیان واقعات کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ یہ کتاب دوستوں کو ارمغان دینے کے قابل ہے اور سعادت مند اور شریف الطبع تعلیم یافتہ جماعت کے افراد میں تبلیغ کا خدا چاہے تو بہترین ذریعہ ہو سکتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ نے ازراہ قدردانی خاکسار عرفانی کی مرتبہ سیرۃ مسیح موعود علیہ السلام کی طرف جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ:— یہ کتاب ہر احمدی کے پاس ہونی چاہیے اور کون احمدی ہے جو اس کی خواہش نہ رکھتا ہو۔ آپ نے یہ بھی فرمایا:۔ "اگر یہ کام شیخ صاحب کی زندگی میں نہ ہوا تو پھر دس کروڑ روپیہ خرچ کرکے بھی اسکو پیدا نہ کر سکیں گے"۔ آپ نے جماعت کو متوجہ کیا کہ "وہ اس سٹاک کو جو موجود ہے خریدلیں تاکہ کام برابر جاری رہ سکے"۔

قیمت ہر جلد صرف ایک روپیہ — مکمل سٹ کی قیمت دفتر سے دریافت کیجئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوبات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو مکتوبات اپنی زندگی میں مختلف مذاہب کے لیڈروں اور مبلغین کو لکھے اور اپنے مخالفین اور دوستوں کو وقتاً فوقتاً تحریر فرمائے وہ اسوقت تک چھ جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں اور چار جلدیں اس سلسلہ کی اور باقی ہیں۔ یہ خطوط جو دوستوں کو لکھے ہیں اپنے اندر ایک زندگی کی روح اور قوت رکھتے ہیں۔ نہایت بیش قیمت مضامین پر مشتمل ہیں۔ تصوف کی حقیقت اور قرب الٰہی کے حصول کے سادہ اور آسان طریق غرض عجیب عجیب مضامین پر بحث ہے۔ خدا تعالیٰ پر زندہ ایمان اور دعاؤں کی قبولیت کے راز اور دعاؤں کے اثر اور قوت کے اعجاز کا ایک لطیف بیان ان میں ملے گا۔ اور جو خطوط مخالفین اسلام اور سلسلہ کو لکھے ہیں ان میں صداقت کے زبردست دلائل قرآن مجید سے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اعجازی قوت جلالی و جمالی شان کا اظہار پرشوکت الفاظ میں کیا گیا ہے غرض یہ مجموعہ قابل دید ہے۔ ہر جلد کی قیمت جو کچھ بھی نہیں صرف ایک روپیہ ہے

ملنے کا پتہ

"الحکم" بکڈپو قادیان دارالامان

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع ترایہ منزل الحکم سٹریٹ سے شائع ہوا)